رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلاً

چوں آیت محصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامہ ناس حاضراً شدیا بادی ✤ نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی ✤ پس اتباعاً للنص المذکور صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور مسمّٰی بہ

الہادی

جلد	بابت ذیقعد سنہ ۱۳۴۷	نمبر

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و

نادی و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ✤ بصورت ترجمہ ساتر غیب و ترہیب و تسہیل المواعظ و

حل المعبات و کلید مثنوی و تشرف و رحمۃ المسلمین و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ✤ باہتمام محمد عثمان خاں مہتمم ✤ در شہر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزید نوزدہ صد بعمل میگردد

ملحق ہذا التفسیر العام ماخوذ من احمد یوسف افضل مستشاہ بکتب تعد قعنی ارحم

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۷ہجری

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

(۱) اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں

(۲) رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کی ظاہر باطن کی اصلاح ہے۔

(۳) ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمالیں اطلاع آتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے

(۴) رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت ۲ روپے معہ محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمادیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی پی کیا جاتا ہے اور وی۔ پی۔ کی صورت میں خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۲/۳ کا وی پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت معہ محصول چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لی جاتی ہے۔

(۵) ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاولی سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا کوئی اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

(۷) رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود رہتی ہیں مگر ان کی قیمت ۲/۸ فی جلد ہو جاتی ہے بجائے ۲ روپے معہ محصول کے ۲ علاوہ محصول مقرر ہے

الراقم

محمد عثمان مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

اور میری آیات کو تلاوت کرنے لگا اور ایک آدمی ہے کہ ایک لشکر میں تھا۔ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کرکے شکست پائی یہ شخص سینہ سپر ہو کر مقابل ہوا حتی کہ قتل کیا گیا یا اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح نصیب کی اور وہ تین آدمی کہ اللہ تعالیٰ اُن سے خفا ہے بوڑھا زانی اور فقیر متکبر اور امیر ظالم ہیں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے باتفاق عبارت روایت کیا ہے مگر ابن خزیمہ نے قوم کے منع کرنے کو نہیں ذکر کیا۔ اور نسائی اور ترمذی نے حوروں کے کلام کرنیکے باب میں نقل کیا ہے اور صحیح فرمایا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں تین محبت والوں کو بیان کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے

رشتہ داروں اور زوج پر صدقہ کرنے اور اُن کو غیروں پر مقدم رکھنے کی ترغیب

حضرت زینب ثقفیہ زوجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کے گروہ صدقہ کرو اگرچہ زیوروں ہی میں سے ہو کہتی ہیں میں عبداللہ کے پاس واپس آئی اور کہا آپ ایک آدمی تنگدست ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کرنے کا حکم کیا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیے دریافت کیجئے اگر میرا آپ کو دینا کفایت کرے تو فبہا ورنہ میں دوسرے لوگوں پر خرچ کروں حضرت عبداللہ نے فرمایا تم ہی جاؤ بس میں چلی اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک انصاری عورت بھی موجود تھی اُس کی حاجت اور میری حاجت ایک ہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ہیبت واقع تھی (لہذا حاضر ہو کر سوال کرنیکی ہمت نہیں ہوتی) بس حضرت بلال ہمارے پاس اندر سے تشریف لائے ہم نے عرض کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ دروازہ پر دو عورتیں آپ سے دریافت کرتی ہیں کہ ہم اگر اپنے شوہروں کو یا اُن یتیموں کو صدقہ دیں جو ہماری پرورش میں ہیں تو ہماری جانب سے کافی ہوگا یا نہیں اور یہ خبر نہ دینا کہ ہم کون ہیں کہتی ہیں حضرت بلال نے اندر آپکی خدمت میں جاکر آپ سے دریافت کیا آپ نے اُن سے دریافت فرمایا وہ کون ہیں

حضرت بلال نے عرض کیا کہ ایک انصاری عورت ہے دوسری زینب ہے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب حضرت بلال نے عرض کیا عبد اللہ بن مسعودؓ کی زوجہ، فرمایا ان
دونوں کو ایک اجر قرابت کا ملے گا اور ایک صدقہ کا (ف) یہ حنفیہ کے نزدیک صدقہ نفل
میں ہے فرضی میں جائز نہیں۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور لفظ مسلم کے ہیں۔
اور حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے
ہیں آپ نے فرمایا صدقہ دینا مسکین کو ایک صدقہ ہے اور قرابت دار کو دینا دو ہیں
صدقہ اور صلہ رحمی اس کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔
اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے
صحیح الاسناد کہا ہے اور ابن خزیمہ نے دو صدقہ کا لفظ کہا ہے۔ اور حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ صدقات
میں سے کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا ذی رحم باطنی دشمن کو دینا اسکو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے
اور امام احمد کی اسناد حسن ہے اور حضرت ام کلثوم دختر عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا افضل صدقات میں سے ذی رحم باطنی دشمن کو دینا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے
راوی صحیح ہیں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور حضرت
ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ص

فالتو چیز کو اقربا کو دینے سے باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور وجود اقربائے محتاج ہونیکے غیروں پر خیرات تقسیم کرنے سے ترہیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس ذات کی قسم ہے جس نے مجکو حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن
اس شخص کو عذاب نہیں دیگا جو یتیم پر رحم کریگا اور اس کی یتیمی اور ضعف پر ترس کھائیگا
اور اپنے پڑوسی پر اپنے فضائل کی بنا پر سربلندی نہ کریگا اور فرمایا اے امت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اس ذات کی قسم ہے جس نے مجکو حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ تعالیٰ اس کا صدقہ

نہیں قبول کرے گا کہ اس کے قرابت دار اُس کے سلوک کے محتاج ہوں اور وہ غیروں پر صدقہ کرے اور اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر بھی نہیں کریگا اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اُس کے راوی سب ثقہ ہیں اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ عبد اللہ بن عامر اسلمی (متروک نہیں ہے) اور بہز بن حکیم اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں دادا کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کس کے ساتھ سلوک کروں ؟ آپ نے فرمایا ماں کے ساتھ پھر ماں کے ساتھ پھر ماں کے ساتھ پھر باپ کے ساتھ پھر زیادہ قریب اور زیادہ قریب کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنے مولیٰ سے اُس کے فالتو مال میں سے جو اُس کے پاس موجود ہے مانگے اور وہ مولیٰ اُس کو نہ دے تو اُس کا وہ بچا ہوا مال جو اُس نے نہ دیا تھا قیامت کے دن اُس کے لیے ضرور گنجا سانپ کر کے بلایا جائیگا (اور پھر وہ اس کو ڈسے گا) اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے لفظ ابوداؤد کے ہیں اور ترمذی نے حسن کہا ہے۔ اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ گنجے سانپ سے وہ سانپ مراد ہے جس کے زہر کی وجہ سے سر کے بال گر جائیں۔ (ف) مولیٰ سے ہو سکتا ہے کہ آقا، یا چچازاد بھائی مراد ہو نیز احتمال ہے کہ آزاد کردہ غلام مراد ہو۔

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ذی رحم کسی ذی رحم کے پاس جائے اور خدا کے دئے مال میں سے جو ضرورت سے زاید مال اُس کے پاس موجود ہے وہ اُس سے مانگے اور وہ (نہ دے اور) بخل کرے تو قیامت کے روز شجاع نامی ایک سانپ منہ چلاتا ہوا آئے گا اور اُسکی گردن میں طوق کی طرح پڑ جائے گا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں باسناد جید روایت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کے پاس اُس کا تنگدست چچازاد بھائی فاضل مال میں سے کچھ مانگنے کیلئے آئے اور وہ (اُس کو نہ دے اور) انکار کرے تو قیامت کے روز اللہ پاک

اُس کو اپنے فضل سے محروم کر دیں گے اس کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں غریب روایت کیا۔

قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو کوئی شخص کسی کو دودھ والا جانور دُودھ پینے کیلئے (عاریۃً) دے یا روپیہ پیسہ قرض دے یا گلی کوچوں میں راستہ بتلائے تو اُسے ایک غلام آزاد کرنیکی برابر ثواب ملیگا۔ اس کو احمدؒ اور ترمذیؒ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ الفاظ ترمذی کے ہیں اور انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک قرض (صدقہ کا ثواب رکھتا) ہے۔ اس کو طبرانی نے باسناد حسن اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ایک شخص جنّت میں داخل ہوا تو اس کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا "صدقہ (کا ثواب) دس گنا اور قرض (کا ثواب) اٹھارہ گنا ہے۔ اس کو بیہقی اور طبرانی نے بروایت عتبہ بن حمید روایت کیا نیز بیہقی اور ابن ماجہ نے بروایت خالد بن یزید بن ابی مالک حضرت انس سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ الاسراء میں دروازہ جنّت پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ (کا ثواب) دس گنا اور قرض (کا) اٹھارہ گنا ہے الحدیث اور عتبہ بن حمید خالد بن یزید سے بہتر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو ایک مرتبہ قرض دیتا ہے اُس کو دو دفعہ صدقہ کرنیکی برابر ثواب ملتا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے اور ابن حبّان نے اپنی صحیح میں اور بیہقی نے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح روایت کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی تنگدست پر (دنیا میں) آسانی کریگا اللہ پاک اُسپر دنیا و آخرت میں آسانی کرینگے

(باقی آیندہ)

(نمبر۸) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روزہ (جہنم کی) آگ سے (بچنے کیلیے) ایسی ڈھال ہے جیسے لڑائی کے (حملہ سے بچنے کے) لیئے تمہارے پاس ڈھال ہوتی ہے اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکہنا اچھا ہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

(نمبر۹) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کیا میں تمکو خیر کے دروازے نہ بتلاؤں (جن سے تمکو خیر حاصل ہو) میں نے کہا یا رسول اللہ ضرور بتلایئے۔ فرمایا (سنو!) روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ (کی سوزش) کو ایسا بجھاتا ہے جیسا پانی آگ کو بجھاتا ہے اسکو ترمذی نے ایک حدیث کے ضمن میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح بتلایا ہے اور پوری حدیث انشاء اللہ خاموشی (کی فضیلت) کے باب میں آوے گی اور کعب بن عجرہ وغیرہ کی روایت اسی مضمون میں پہلے گذر چکی ہے۔

(نمبر۱۰) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت کریں گے روزہ کہیگا اے پروردگار میں نے اسکو کہانے سے اور خواہشِ نفس (پورا کرنے) سے روکا تہا میری شفاعت اِس کے حق میں قبول فرمایئے۔ اور قرآن کہیگا کہ میں نے اسکو رات میں (زیادہ) سونے سے روکا تہا میری شفاعت اِس کے حق میں قبول فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہر دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اِسکو امام احمدؒ اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اِس کے راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے اور اسکو ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع وغیرہ میں سند حسن سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو روایت کرکے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

ف اِس حدیث میں روزہ اور قرآن دونوں کو ساتہ ساتہ بیان کیا گیا ہے جو اسکی طرف اشارہ کرتا ہے کہ قرآن کو روزہ سے خاص تعلق ہے اور روزہ کو قرآن سے

اسکے ساتھ جب نسائی کی یہ حدیث ملائی جائے ان اللہ فرض علیکم صیام ہ وسننت لکم قیامہ وسنتہ صحیح کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے تمہارے لیے رمضان کا قیام (یعنی اُسکی راتوں میں نماز پڑہنا جس کا نام تراویح ہے) مسنون کیا ہے تو اس سے روزہ اور قرآن کا خاص تعلق اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن سے مراد پورا قرآن ہے تو ان حدیثوں کے ملانے سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ رمضان کے قیام (یعنی تراویح) میں قرآن کا ختم کرنا سنت ہے خصوصًا جبکہ اسکی ساتھ صحابہ کے یہ آثار بہی ملائے جائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ سب لوگ قرآن نہیں پڑہ سکتے میں چاہتا ہوں کہ تم سب کو رمضان کی راتوں میں نماز پڑہا دیا کرو۔ نیز حضرت عمر رضہ نے تین قاریوں کو بلایا اُن میں جو سب سے تیز پڑہنے والا تہا اُسکو ہر رکعت میں تیس آیتیں پڑہنے کا حکم دیا اور متوسط پڑہنے والیکو پچیس آیتیں اور بہت ٹہیر کر پڑہنے والے کو دس آیتیں پڑہنے کا حکم دیا ان روایات کی سند حسن ہے جیساکہ اعلاء السنن میں تفصیل کے ساتہہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرات صحابہ میں سے کوئی قدر قلیل قرآن کے حفظ سے عاجز نہ تہا بلکہ کچہہ نہ کچہہ سورتیں سب کو حفظ تہیں پس حضرات عمر رضہ کے اِس ارشاد کا کہ سب لوگ قرآن نہیں پڑہ سکتے اِس کے سوا کچہہ مطلب نہیں کہ سب لوگ پورا قرآن نہیں پڑہ سکتے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ رمضان کی راتوں میں کم از کم ایک ختم ضرور ہوجانا چاہیئے اسکی تائید حضرت عمر رضہ کے دوسرے اثر سے ہوتی ہے کہ آپ نے سب سے ٹہر کر پڑہنے والے کو دس دس آیتیں پڑہنے کا حکم دیا اور اس طریقہ سے ایک ہی ختم ہوتا زیادہ ہے۔ علاوہ ازین یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام رمضان کی راتوں میں مصحف سے اُنکو نماز پڑہاتا تہا اور زہری رح فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں بہت سے اہل علم وصلاح مصحف سے امامت کرتے تہے (جس کا مطلب حنابلہ وشافعیہ نے تو یہ سمجہا ہے کہ یہ لوگ تراویح میں مصحف کو سامنے رکہہ لیتے اور دیکھ دیکھ کر قرآن پڑہتے تہے مگر حنفیہ نے اِس مطلب کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اُن کے نزدیک مطلب یہ ہے

کہ تراویح کے درمیان جلسہ استراحت میں بار بار مصحف کو دیکھ لیا کرتے تھے تاکہ نماز میں بھول نہو تشابہ نہ لگے۔ جیسا کہ اب بھی وہ حفاظ جن کے پیچھے کوئی سامع حافظ نہیں ہوتا تراویح سے پہلے اور درمیان میں سلام پھیر کر بار بار قرآن کو دیکھ لیتے ہیں بہر حال کچھ ہی مطلب ہو اس سے حضرات صحابہ و تابعین کا اہتمام ختم قرآن کے متعلق ظاہر ہے کہ تراویح رمضان میں وہ قرآن ختم کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے ورنہ مصحف سے امامت کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ صرف وہی سورتیں پڑھا کرتے جو خوب یاد تھیں جن کے لئے مصحف دیکھنے کی ضرورت ہی نہتی ان سب دلائل سے معلوم ہوگیا کہ رمضان میں تراویح کے اندر ایک بار ختم قرآن سنت ہے۔ اور گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحۃً عملی طور سے تراویح میں ختم قرآن ثابت نہیں مگر آپنے قولاً اسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم بیان کرچکے او صحابہ نے حضور کے اشارہ کو سمجھکر عملاً اس کا پورا اہتمام کیا۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل اعلاء السنن میں قابل دید ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ تمام علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ قرآن کا محفوظ رکھنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اور تجربہ یہ ہے کہ بدون تراویح میں قرآن سنائے قرآن پوری طرح محفوظ نہیں ہوتا چنانچہ اس لیے مسلمانوں کے جن فرقوں میں تراویح کا اہتمام نہیں ہے انمیں حفاظ پیدا ہی نہیں ہوتے اور اگر شاذ و نادر کوئی ہوجاتا ہے تو چند روز میں بھول جاتا ہے اس لیے اگر کوئی دلیل بھی سنت ختم قرآن کی نہوتی تو یہی تجربہ اسکی ضرورت کے لیے کافی دلیل ہے۔

19

پس اس سنت میں کوتاہی نکرنا چاہیئے مسلمانوں کو تراویح میں قرآن سننے اور سنانے کا پورا اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ قرآن ان کی شفاعت کرے کہ اے خدا انہوں نے ان کو رمضان کی راتوں میں بہت جگایا تھا میری شفاعت ان کے حق میں قبول فرما۔

اور اسکی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ مسلمان اپنے بچوں کو کثرت سے حافظ بنائیں حفظ قرآن کو اچھی طرح رواج دیں افسوس اسکی طرف توجہ بہت کم ہوگئی ہے لوگوں نے ان سے توجہ ہٹائی ہے جبھی تو آسمانی رحمتوں کا سایہ بھی ہمارے سر سے اٹھتا جاتا ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو! تمہاری بقا قرآن کی بقا کے ساتھ وابستہ ہے اگر خدانخواستہ قرآن تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تمہاری ہستی بھی دنیا میں نہیں رہ سکتی ۱۲ - مترجم

نمبر ۱۱ سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے ایک دن بھی روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اوسکو جہنم سے اتنا دور کردیں گے جتنی دور کوے کا وہ بچہ پہونچتا ہے جو پر لگتے ہی اُڑنا شروع کرے اور اپنے بڑھاپے تک اڑتا رہے یہانتک کہ اسی حالت میں مرجائے (اب قیاس کرلو کہ وہ اس مدت میں کتنی دور دراز کی مسافت طے کرے گا سو اللہ تعالیٰ روزہ کی برکت سے مسلمان کو جہنم سے اتنا ہی دور کردیں گے ۱۲)

اسکو ابو یعلیٰ اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔ مگر راوی کا نام سلامۃ (بن قیصر الف کے ساتھ) بیان کیا ہے اور اسکی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ہیں (جنمیں بعض محدثین کو کلام ہے مگر احمد بن حنبل نے اُن کو ثقہ کہا ہے اور احمد و بزار نے اسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انکی سند میں ایک راوی کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔

۲۰

(**نمبر ۱۲**) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص ایک روزہ نفل رکھے پھر اُسکو (دنیا میں) زمین کی برابر سونا دیا جائے تو جب بھی اُس کے روزہ کا ثواب قیامت کے دن سے پہلے پورا نہوگا اسکو ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور بجز لیث بن ابی سلیم کے اس کے سب راوی ثقہ ہیں (اور لیث بن ابی سلیم کو بھی بہت لوگوں نے ثقہ کہا ہے مسلم نے اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے اور بخاری نے تائید کے درجہ میں ان کی روایات کو اپنی صحیح میں داخل کیا ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے)

ف جب نفل روزہ کا ثواب بھی زمین بھر سونے سے پورا نہیں ہوسکتا فرض روزہ کا ثواب کس قدر ہوگا اسکو خود سمجھ لیا جائے کیونکہ فرض کا در

نفل سے بہت بڑا ہے ۱۲ مترجم۔

(نمبر ۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ایک رسالہ کا افسر بناکر براہ سمندر روانہ کیا تھا چنانچہ وہ اندھیری رات میں (کشتی کا) بادبان اٹھائے جارہے تھے کہ اوپر سے ایک ہاتف نے انکو آواز دی کہ اے کشتی والو ذرا ٹھہر و میں تمکو ایک فیصلہ کی خبردوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ ہاں ہاں بتلاؤ اگر تم بتلاسکتے ہو۔ ہاتف نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے اپنے کو گرمی کے دن میں پیاسا رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اوس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت میں) سیراب کرے گا۔ (اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکی سند انشاء اللہ حسن ہے اور ابن ابی الدنیا نے بھی بواسطہ لقیط کے ابو بردہ سے ابو موسے اشعری سے اسی طرح روایت کیا ہے مگر اوس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ یہ بات لازم کی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے واسطے گرمی کے دن میں پیاسا رکھے گا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا یہ حق ہے کہ قیامت کے دن اسکو سیراب کرے ابو بردہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابو موسیٰ گرمی کے ایسے سخت دنوں کی تلاش میں رہتے جن میں گرمی اور پیاس سے انسان کی کھال اتری جاتی تھی۔ اور وہ ان دنوں میں روزہ رکھتے۔

(نمبر ۱۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[۵۲] ہے کہ رسول اللہ

۲۱

---

۵۲ حافظ منذری رحمۃ اللہ کی عادت ہے کہ ضعیف حدیث کو روی عن فلان سے شروع کرتے ہیں اور حسن یا صحیح کو عن فلان سے ہمنے ترجمہ میں اس اصطلاح کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ روی عن فلان کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ فلاں صحابی سے مروی ہے۔ اور عن فلان کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ فلاں صحابی سے روایت ہے پس ترجمہ میں جہاں لفظ مروی کا آئے سمجھ لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور جہاں لفظ روایت آئے اسکو صحیح یا حسن سمجھا جائے ۱۲ مترجم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی ایک زکوۃ ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے (یعنی صبر کا آدھا حصہ روزہ میں ہے) اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(نمبر ۱۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایکدن) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ کا سہارا دیکر بٹھلایا تو آپنے فرمایا کہ جو شخص (کلمہ) لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے ایک دن کا روزہ رکھے اور روزہ ہی (کی حالت) میں اس کا خاتمہ ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لئے کچھ صدقہ کرے اور اسی پر اس کا خاتمہ ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا اسکو امام احمد نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس میں کچھ نقص نہیں اور اصبہانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اے حذیفہ جس شخص کا خاتمہ روزہ کے اوپر ہو جس سے اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ کیا ہو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(ف) مطلب حدیث کا واللہ اعلم یہ ہے کہ جس کا خاتمہ ان اعمال کے اوپر ہو وہ جنتی ہے پس مسلمان کو چاہیئے کہ جب دن اسکو اپنی موت کا خطرہ غالب ہو اسدن روزہ کی نیت کرے اور کچھ صدقہ خیرات بھی کرے اور لا الہ الا اللہ کی کثرت کرے تاکہ ان اعمال پر خاتمہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق جنتی ہو جائے اور اللہ اور اوس کے رسول سے زیادہ کسی کا وعدہ سچا نہیں ۱۲۔ مترجم

(نمبر ۱۶) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی عمل بتلایئے حضور نے فرمایا کہ روزہ رکھنا اختیار کرو کیونکہ اسکے برابر کوئی عمل نہیں میں نے (پھر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی (اور عمل (بھی) بتلایئے فرمایا روزہ کی پابندی کرو کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں میں نے (پھر) عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کوئی (اور) عمل (بھی) بتلایئے فرمایا روزہ کی عادت کرلو اس کے مثل کوئی عمل نہیں اسکو نسائی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی طرح مکرر کیساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو بدون تکرار کے روایت کیا اور حدیث کو صحیح بتلایا ہے

اور نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی بات بتلائیے جس سے اللہ تعالی مجکو نفع دیں حضور نے فرمایا کہ روزہ رکھنا اختیار کرو کیونکہ اس جیسا کوئی عمل نہیں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ایک حدیث کے ضمن میں ان لفظوں سے روایت کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل تبلائیے جس سے میں جنت میں پہونچ جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ کیونکہ اسکی مثل کوئی عمل نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوامامہ کے گھر میں دن کو کبھی دھواں نظر نہ آتا تہا سوا اس دن کے جس میں ان کے گھر کوئی مہمان آیا ہو (تو مہمان کی خاطر سے دن کو کہانا پکایا جاتا اور آگ جلائی جاتی تہی ۱۲)

ف علماء امت کا اسپر اتفاق ہے کہ ایمان کے بعد نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اس کے دلائل نماز کے بیان میں گذر ہی چکے ہیں پس یہاں جو روزہ کے متعلق ارشاد ہے کہ اسکی برابر اور اس جیسا کوئی عمل نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض حیثیتوں میں روزہ کے برابر کوئی عمل نہیں مثلاً یہ کہ روزہ میں ریا نہیں ہوتا اسمیں اخلاص آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ روزہ کی کوئی خاص ہیئت نہیں جس سے دوسروں کو اسکی اطلاع ہوسکے اور لبوں کی خشکی یا ضعف بدن سے بہت سے بہت اتنا معلوم ہوسکتا ہے کہ آج اس کا فاقہ ہے روزہ سے ہونا بدون تبلائے کسیکو معلوم نہیں ہوسکتا بخلاف دوسرے اعمال کے کہ ان کا مخفی رہنا دشوار ہے کیونکہ ہر عمل کی ایک خاص ہیئت ہے جس سے اس کا ظہور ہوجاتا ہے۔

اور خاص کسی حیثیت سے کسی عمل کا افضل اور بیمثل ہونا اسکو مستلزم نہیں کہ وہ ہر حیثیت سے افضل ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ بعض دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب کی حالت کے مناسب اسکو کوئی خاص عمل تبلایا کرتے تہے چونکہ اس کے لیے وہی عمل مناسب ہوتا۔ اسلئے اس کے حق میں اسکی برابر دوسرا عمل مفید نہ ہوتا تہا پس اس صورت میں

۲۳

مطلب یہ ہوگا کہ تمہارے واسطے اس سے بہتر اور اسکی برابر کوئی عمل نہیں گو کہ نعمتہ و دیگر اعمال اِس سے افضل ہوں اسکی ایسی مثال ہے جیسے حکیم کسی مریض سے یوں کہے کہ مونگ کی کھچڑی سے بہتر کوئی غذا نہیں اس کا مطلب سب یہی سمجھیں گے کہ اس مریض کے لئے اِس سے بہتر کوئی غذا نہیں اسیطرح یہاں سمجھو۔ ۱۲۔ مترجم

(نمبر ۱۷) ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس ایک دن کی وجہ سے اُسکو (جہنم کی) آگ سے بقدر ستر سال کی مسافت کے دور کر دیں گے اسکو بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔

(نمبر ۱۸) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اُسکے اور دوزخ کے درمیان ایک خندق (کی آڑ اتنی بڑی) بنا دیں گے جیسے آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے اسکو طبرانی نے اوسط و صغیر میں سند حسن سے روایت کیا ہے۔

(نمبر ۱۹) عمرو بن عینیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک دن روزہ رکھے دوزخ اُس سے سو سال کی مسافت پر دور ہو جائے گی۔ اسکو طبرانی نے کبیر و اوسط میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جسمیں کچھ نقص نہیں۔

(نمبر ۲۰) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کے رستہ میں رمضان کے علاوہ ایک دن کا روزہ رکھے وہ دوزخ سے بقدر سو سال کی مسافت کے دور ہو جائے گا شائستہ تیز رفتار گھوڑے کی چال سے اسکو ابو یعلی نے زبان بن فائدہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔

(نمبر ۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کے رستہ میں ایک دن روزہ رکھے اللہ تعالےٰ اُس کے چہرہ کو اس دن کی برکت سے بقدر ستر سال کی مسافت کے جہنم سے (دور) ہٹا دیگا

۴۴

(باقی آیندہ)

کیونکہ شیطان کا مقصود تو وسوسہ ڈالنے سے یہ ہے کہ یہ رنج وغم میں مبتلا ہو اور
جب یہ اور اُلٹا خوش ہوگا تو وسوسے ڈالنا چھوڑ دے گا سبحان اللہ کیا اچھا علاج ہے
حاصل یہ ہے کہ ایسے وسوسوں کا آنا جو خیال ہی کے مرتبہ میں ہو خدائے تعالی کی عظمت
اور بڑائی کے خلاف نہیں ہے ہاں جو وسوسے عقیدہ کے مرتبہ میں ہوں اور اُن پر عمل
کرنے کو آمادہ ہو جائے تو ایسے وسوسے اُس کے دل میں آویں گے جس کے دل میں عظمت
نہو پس جبکہ یہ فرق عظمت کی وجہ سے ہے کہ جس کی عظمت اور بڑائی دل میں ہے اُس
کے حکموں میں تو حجتیں نہیں نکالی جاتیں اور جس کی عظمت دل میں نہیں اُس کے حکموں
میں حجتیں نکالی جاتی ہیں پس حق تعالی کی اور اُس کے حکموں کی عظمت دل میں پیدا
کرنا چاہئے تاکہ یہ شبہے اور بُرے وسوسے بند ہوں اور خدا تعالی کے حکموں سے
مراد خاص قرآن نہیں بلکہ حدیث وفقہ[1] بھی اُس میں داخل ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالی
کے حکموں کی عظمت ضروری ہے۔ اُسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں
کی بھی عظمت ضروری ہے۔ اِس لئے کہ آپ کے احکام اصل میں خدا تعالی ہی کے
احکام ہیں۔ اور اسی طرح فقہاء کے حکموں کی بھی عظمت ضروری ہے اِس لئے کہ وہ سب
قرآن وحدیث ہی کے حکموں سے لئے گئے ہیں اس لئے ان میں بھی حجتیں نکالنا
وجہ دریافت کرنا نہایت بے ادبی ہے ہاں طالب علم اگر علمی لیاقت بڑھانیکے
لئے وجہ دریافت کرے تو کچھ حرج نہیں مثلاً حکیم نے بیمار کو ایک نسخہ لکھکر دیا اگر
بیمار دریافت کرنے لگے کہ جناب آپ نے گل بنفشہ گاؤزبان کیوں لکھا ہے۔ حکیم ہوگا
تو اُس کو کان پکڑ کر نکال دیگا اور اگر کوئی طالب علم جو اُس فن کو حاصل کرنے آیا ہے
سوال کرے اُس کے سوال کرنے سے خوش ہوگا اور بیان کریگا۔ پس عام لوگوں کا
پوچھنا ایک بیہودہ حرکت ہے اور اگر ضد میں سوال کرے تو سخت بے ادبی اور کفر کے
قریب ہے افسوس ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شریعت کا حکم بیان
کرنے میں کیسی مشقتیں اُٹھائیں، ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کیں اور ہماری خیر خواہی میں
کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ ہمارے روشن خیال بھائیوں نے اُس کی یہ قدر کی کہ عمل کرنیکے

9

[1] مسئلوں کے علم کو فقہ کہتے ہیں۔ ۱۲

بجائے اُون میں اپنی رائے کو دخل دینے لگے کہ فلاں حکم عقل کے خلاف ہے فلا
موافق ہے چاہئے یہ تھا کہ حضور کا احسان مانتے اور جب کوئی حکم ملتا سر آنکھوں پر ع
شروع کر دیتے پھر دیکھتے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ غرض ہم کو آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کر
چاہئے جیسا بیمار ایک مہربان حکیم سے کرتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی اُس کے لئے تجویز کرتا ہے
اپنی مصلحت سمجھتا ہے اور احسانمند ہو کر عمل کرتا ہے سو اس حدیث میں ہماری ضرور
پر نظر فرما کر یہ ضروری مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ ہم اس بلا میں پھنسے ہوئ
ہیں اور یہی وجہ ہے اسوقت اس حدیث کے اختیار کرنیکی سو یہ مرض جو حدیث
میں بیان کیا گیا ہے ہم لوگوں میں آج کل رچ رہا ہے یعنی جس چیز پر ہم لوگوں کی نظ
ہے اس پر حقتعالیٰ کی نظر نہیں اور جس پر حقتعالیٰ کی نظر ہے اُس پر ہماری نظر نہیں ہم لو
کی نظر تو صورتوں اور مالوں پر ہے۔ اور حق تعالیٰ کی اُن پر نظر نہیں۔ حق تعالیٰ کی نظ
نیتوں اور کاموں پر ہے اُن پر مخلوق کی نظر نہیں اور یہ حق تعالیٰ کے ساتھ اچھا خاص
مقابلہ ہے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔ مخلوق کی صورت پر نظر تو یہ ہے کہ رات دن کو ش ۱۰
ہے کہ ہماری صورت ہمارا لباس ہماری وضع ہمارا طرز و انداز لوگوں کی نظروں میں بھ
معلوم ہو ہر شخص تھوڑا بہت اسی دُھن میں ہے اور بجز ان سولے بناؤ سنگار
کوئی مشغلہ نہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ بناؤ سنگار اور زینت کرنا منع ہے زینت کرنا ج
ہے مگر کب تک جبتک کہ اُس میں حد سے نہ گذرے اور اس میں زیادہ مشغولی نہ ہو اور جب
اس میں زیادہ مشغولی ہوتی تو وہ غفلت کا سبب ہو جاتی ہے اور اس صورت میں اُس
ناجائز ہونا ظاہر ہے۔ غرض زینت اور بناؤ سنگار کو مشغلہ نہ بنانا چاہئے۔ اسی وا
حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روز مرہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔
ناغہ کر کے کنگھی کرنے کی اجازت دی اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جو لوگ رات دن بناؤ سن
میں مشغول رہتے ہیں وہ کمال سے خالی ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر اُن میں کمال ہوتا تو
مشغول ہونے سے زینت کی طرف توجہ نہ رہتی۔ بناؤ سنگار اگرچہ جائز وضع اور شکل
مگر جب اس میں رات دن مشغولی ہو تو ناجائز ہے اور اب تو جائز وضع سے بھی گذر کر ناج

وضع پر زینت کرتے ہیں غیر قوموں کے لباس اور طرز کو پسند کرتے ہیں۔ ڈاڑھی کے دشمن ہیں۔ اور جائز ناجائز کے لحاظ کے علاوہ ویسے اسلامی غیرت کا بھی تو یہی تقاضا تھا کہ ہم اپنی وضع کے پابند رہتے جیسے اور قومیں اپنی اپنی وضع کی پابند ہیں اور ہماری دوسری قوموں کے مقابلے میں ایک خاص پہچان ہوتی۔ مگر اب وہ غیرت اسلامی اُڑ گئی مسلمانوں کی پہچان اصل میں وضع اور کاموں سے تھی مدت سے کاموں کی پہچان تو نہ رہی تھی کیونکہ عام طور پر لوگوں نے اسلام کے موافق کام کرنے ہی چھوڑ دیے تھے۔ جس سے پہچان ہوتی صرف وضع کی پہچان باقی تھی سو افسوس ہے کہ اب وہ بھی رخصت ہوئی شاید کوئی کہے کہ ہماری شناخت ترکی ٹوپی سے ہے کیونکہ اس قسم کی ٹوپی اور کوئی قوم استعمال نہیں کرتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ ٹوپی حیدرآباد دکن میں ہندو بھی استعمال کرنے لگے ہیں اس لیے اس سے کچھ بھی شناخت نہ رہی دوسرے یہ کہ اگر ٹوپی کسی وقت سر پہ نہ ہو جیسے کہ اکثر نئے تعلیم پائے ہوئے لوگوں کا یہ فیشن ہے کہ ننگے سر ہی رہتے ہیں تو پھر شناخت کس چیز سے ہوگی۔ تو اب ہر وقت سر پر ٹوپی رکھنے کو ضروری کہا جاوے گا جیسے مجکو ایک حکایت یاد آئی میرے یہاں ایک مہمان آئے میں نے اپنے ایک بھولے دوست سے کہا کہ دیکھو ان کو پہچان لو میں ان کو مکان سے کھانا بھیجوں گا کھلا دینا۔ اس کے بعد مکان سے کھانا آیا تو وہ مہمان میرے پاس بیٹھے تھے وہ دوست آکر کہنے لگے کہ کھانا تو آگیا مگر وہ مہمان معلوم نہیں کہاں ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ سامنے کیا بیٹھے ہیں تو کہتے ہیں کہ ان کے پاس چادر تو ہے ہی نہیں میں نے ہنسی میں اُن مہمان سے کہا کہ آج سے یاد رکھیے کہ آپ ہر وقت چادر اوڑھے رہا کیجئے ورنہ کھانا نہ ملا کرے گا تو کیا چادر کی طرح ہر وقت ٹوپی سر پر رکھنا ضروری ہوگا غرض ٹوپی کوئی خاص علامت نہیں خاص جسم کے اندر بھی کسی علامت کا ہونا ضروری ہے سو وہ ڈاڑھی ہے اور دوسری علامت لباس ہے بغیر ان دونوں علامتوں کے شناخت نہیں ہو سکتی نہ تو صرف ڈاڑھی ہی کافی ہے اسلیے کہ لڑکوں کے ڈاڑھی نہیں ہوتی اگر شناخت کیلئے ڈاڑھی رکھی جائے تو لڑکوں کی شناخت کس چیز سے ہوگی

دوسرے اس لیئے بھی کہ اور بھی بہت سی قومیں ڈاڑھی رکھتی ہیں۔ ان سے شناخت سوائے لباس کے کسی چیز سے نہیں ہوسکتی۔ اور نہ صرف لباس شناخت کے لئے کافی ہے اور یہ ظاہر ہے پس دونوں کی ضرورت ہوئی غرض اسلامی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی اسلامی وضع کی حفاظت رکھیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنے کا مسئلہ قرآن میں دکھلاؤ سو پہلے بیان ہوچکا ہے کہ حدیثوں سے جو احکام ثابت ہوچکے ہیں وہ سب خداوندی احکام ہیں کیونکہ حدیث پر عمل کرنے کا حکم خود قرآن میں ہے پس اس طور پر حدیثوں کے تمام حکم قرآن میں ہیں۔

(۲) زینت کی بعض وضع کا ناجائز ہونا شرع سے یقیناً ثابت ہے مگر لوگ اسلامی وضع کے ایسے دشمن ہوئے ہیں کہ اسمیں طرح طرح کی حجتیں نکالتے ہیں۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ غیر قوموں سے مشابہت پیدا کرنیکی ممانعت جس حدیث میں ہے اُس کا پورا ثبوت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی فرمائی ہوئی ہے بلکہ اسمیں شبہہ ہے اور اُس کا ثبوت کمزور ہے۔ سبحان اللہ اچھے اچھے تحقیق کرنے والے اور جانچنے والے پیدا ہوئے ہیں حدیث کے ثبوت کی کمزوری اور قوت پہچاننے والے بھی آپ ہی ہیں خیر اگر تمہارے نزدیک اس حدیث کا ثبوت کمزور ہی ہے تو دوسری حدیثیں بھی تو موجود ہیں جن کا ثبوت قوی ہے۔ دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت کا ناجائز ہونا تو بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اُن مردوں پر جو عورتوں کی شکل بنائیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردونکی شکل بنائیں تو جبکہ مردونکو عورتونکی مشابہت ناجائز ہے حالانکہ ہمارے ہیں اور عورتونمیں اسلامی شرکت بھی ہے تو جہاں کہ اسلامی شرکت بھی نہو جیسے کافر قومیں اُن کے ساتھ مشابہت اور انکی وضع بنانا تو کیسے جائز ہوگا۔ جو صاحب اس مسئلہ میں کلام کرتے ہیں اُن سے ہماری ایک عرض ہے اگر اس کو انہوں نے پورا کردیا تو ہم آج ہی سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ہرگز اُن سے اس مسئلہ میں گفتگو نہ کریں گے کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا لباس اُتار دیجیئے اور دولہن خانہ میں جاکر بیگم صاحبہ کا کمخواب کا پاجامہ اور سُرخ ریشمی کامدار کرتہ اور بنارسی دوپٹہ

(باقی آیندہ)

روح شانزدہم ملقب بہ باب الریان

روزے رکھنا خاص کر فرض روزے رمضان کے اور واجب روزے رکھنا روزہ بھی مثل نماز و زکوٰۃ کے اسلام کا ایک رکن یعنی بڑی شان کا ایک لازمی حکم ہے چنانچہ (۱) فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا اور (۲) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الخ (یہ وہ حدیث ہے جو روح چہاردہم کے ۹ میں گذر چکی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز و زکوٰۃ و حج سب کرتا ہو مگر روزہ نہ رکھتا ہو تو اسکی نجات کیلئے کافی نہیں) روزہ میں ایک خاص بات ایسی ہے جو کسی عبادت میں نہیں وہ یہ ہے کہ چونکہ روزہ ہونیکا یا نہ ہونیکی بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو خبر نہیں ہو سکتی اسلئے روزہ وہی رکھیگا جسکو اللہ تعالیٰ کی محبت یا اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا اور اگر فی الحال اسمیں کچھ کمی بھی ہوگی تو تجربہ سے ثابت ہے کہ محبت و عظمت کے کام کرنے سے محبت و عظمت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے روزہ رکھنے سے یہ کمی پوری ہو جاتی اور ظاہر ہے کہ جسکے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف اور محبت ہوگی وہ دین میں کتنا مضبوط ہوگا تو روزہ رکھنے میں دین کی مضبوطی کی خاصیت ثابت ہوگئی اگلی دو حدیثوں میں اسی بات کو اس طرح فرمایا ہے (۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدمی کے سب عمل اسکے لئے ہیں مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لئے ہے (بخاری) (۴) ایک اور روایت میں حقتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا اپنا پینا اپنی نفسانی خواہش (جو بی بی سے متعلق ہے) میری وجہ سے چھوڑ دیتا ہے (بخاری) اور اس حدیث کی تفصیل ایک دوسری حدیث میں آئی ہے (۵) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد فرمایا کہ وہ کھانا میرے لئے چھوڑ دیتا ہے اور پینا میرے لئے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی لذت میرے لئے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی بی بی کو میرے لئے چھوڑ دیتا ہے (یعنی اپنی خواہش اس سے پوری نہیں کرتا) (ابن خزیمہ) (ف) ان حدیثوں سے اوپر والی بات ثابت ہوگئی اور اسی لئے روزہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی چیز فرمائی جیسا ۳ میں گذرا اور اسی خصوصیت مذکورہ کے سبب روزے کو اگلی حدیث میں بڑی تاکید سے سب عملوں میں بے نظیر فرمایا چنانچہ (۶) حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اسکی برابر نہیں میں نے (دوبارہ) عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اسکی مثل نہیں میں نے (تیسری بار) پھر عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو کسی بڑے عمل کا حکم دیجئے فرمایا روزہ کو لو کیونکہ کوئی عمل اسکی مثل نہیں (نسائی و ابن خزیمہ) ف یعنی بعض خصوصیتوں میں بے مثل ہے مثلاً خصوصیت مذکورہ میں اور روزہ میں جو حقتعالیٰ کی محبت اور خوف کی خاصیت ہے روزہ دار اگر اسکا خیال رکھے تو ضرور گناہوں سے بچیگا کیونکہ گناہ محبت اور خوف کی کمی ہی سے ہوتا ہے اور جب گناہوں سے بچیگا تو دوزخ سے بھی بچیگا اگلی حدیث کا یہی مطلب ہے (۷) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا روزہ ایک ڈھال ہے اور ایک مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانیکے لئے (احمد و بیہقی) اور جس طرح روزہ گناہوں سے بچاتا ہے جو کہ باطنی بیماریاں ہیں اسی طرح بہت سی

ظاہری بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ زیادہ تر یہ بیماریاں کھانے پینے کی زیادتی سے ہوتی ہیں روزہ سے اسمیں کمی ہوگی تو ایسی بیماریاں بھی نہ آوینگی اگلی حدیث میں اسکی طرف اشارہ ہے (۸) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے کی ایک زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے (ابن ماجہ) ف یعنی جس طرح زکوٰۃ میں مال کا میل کچیل نکلجاتا ہے اسی طرح روزہ میں بدن کا میل کچیل یعنی مادہ فاسدہ جس سے بیماری پیدا ہوتی ہے دور ہوجاتا ہے اور اگلی حدیث میں یہ مضمون بالکل ہی صاف آیا ہے (۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ رکھا کرو تندرست رہوگے (طبرانی) اور روزہ سے جس طرح ظاہری و باطنی مضرت زائل ہوتی ہے اسی طرح اس سے ظاہری و باطنی مسرت حاصل ہوتی ہے چنانچہ (۱۰) حضرت ابوہریرہؓ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں (نصیب) ہوتی ہیں ایک تو جب افطار کرتا ہے (یعنی روزہ کھولتا ہے تو اپنے افطار پر خوش ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے) اور جب اپنے پروردگار سے ملیگا (اُسوقت) اپنے روزہ پر خوش ہوگا (بخاری) اور رمضان میں ایکدوسری عبادت اور بھی مقرر کیگئی ہے یعنی تراویح میں قرآن پڑھنا اور سننا جوکہ سنت موکدہ ہے بعضی باتیں اسمیں روزے کی سی ہیں مثلاً نیند جوکہ کھانے پینے کی طرح نفس کو پیاری چیز ہے تراویح سے اسمیں کسی قدر کمی ہوتی ہے اور مثلاً اس کم سونے کی بھی پوری خبر کسی کو نہیں ہوسکتی چنانچہ بہت دفعہ آدمی نماز میں سو جاتا ہے اور دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ جاگ رہا ہے اور مثلاً بعض دفعہ سجدہ میں نیند آجانے سے بدن ایسی وضع پر ہوجاتا ہے کہ اس وضع پر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جب وضو نہ رہا نماز بھی نہ رہی یا مثلاً وضو بھی نہ ٹوٹا مگر سوتے ہوئے جسقدر حصہ نماز کا ادا ہوا ہے وہ صحیح نہیں ہوا۔ تو ایسی حالت میں نیند جیسی پیاری چیز کو دفع کرنا یا تازہ وضو کرکے اُس نماز کو لوٹانا یا نماز کے اُس حصہ کو لوٹانا جو سوتے میں ادا ہوا ہے وہی شخص کر سکتا ہے جسکے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت اور خوف ہوگا پس روزہ کی طرح اس عبادت یعنی تراویح میں قرآن پڑھنے اور سننے میں بھی زیادہ دکھلاوا نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ نے ایک شان کی دو عبادتیں جمع فرمادیں ایکدن میں ایک رات میں اگلی دو حدیثوں میں اسی کا ذکر ہے (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض فرمایا اور میں نے رمضان کی شب بیداری کو (تراویح و قرآن کیلئے) تمہارے واسطے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سنت بنایا (جو موکدہ ہونیکے سبب وہ بھی ضروری ہے) جو شخص ایمان سے اور ثواب کے اعتقاد سے رمضان کا روزہ رکھے اور رمضان کی شب بیداری کرے وہ اپنے گناہوں سے اُس دن کی طرح نکل جاویگا جسدن اسکو اسکی ماں نے جنا تھا (نسائی) (۱۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کی شفاعت (یعنی بخشش کی سفارش) کرینگے۔ روزہ کہیگا کہ اے میرے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور نفسانی خواہش سے روکے رکھا سو اسکے حق میں میری سفارش قبول کیجیے اور قرآن کہیگا کہ میں نے اس کو پورا سونے سے روکے رکھا سو اسکے حق میں میری

٦٦

سفارش قبول کیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی سفارش قبول کر لیجاویگی (احمد و طبرانی فی الکبیر و ابن ابی الدنیا و حاکم) **ف** دونوں حدیثیں ملا نیسے صیام و قیام میں مناسبت جسکی تفصیل ابھی اوپر آئی ہے ظاہر ہے۔ یہاں تک مضمون کا ایک سلسلہ تھا آگے متفرق طور پر لکھا جاتا ہے **آیت (۱۳)** ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے (ایک لانبی آیت میں) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (اخیر میں ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے بخشش اور بڑا ثواب تیار کیا ہے (احزاب) **احادیث (۱۴)** حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لانبی حدیث میں) فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو فاقہ سے پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے (بخاری) **ف** اس بدبو کا اصلی سبب چونکہ معدہ ہے اسلئے یہ مسواک سے بھی نہیں جاتی ہاں کچھ کم ہو جاتی ہے[عہ] **(۱۵)** حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک لانبی حدیث میں جسمیں اعمال کے ثواب کی مختلف مقداریں آئی ہیں) ارشاد فرمایا کہ روزہ خاص اللہ ہی کے لیے ہے اس پر عمل کرنیوالے کا ثواب غیر محدود ہے اس کو کوئی شخص نہیں جانتا بجز اللہ کے (طبرانی فی الاوسط و بیہقی) **(۱۶)** حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں پھر اُن میں کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا یہاں تک کہ رمضان کی اخیر رات ہو جاتی ہے اور جو کوئی ایماندار بندہ ایسا نہیں جو ان راتوں میں سے کسی رات میں نماز پڑھے (مراد وہ نماز ہے جو رمضان کے سبب سے ہو جیسے تراویح) مگر اللہ تعالیٰ ہر سجدہ کے عوض ڈیڑھ ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور اسکے لئے جنت میں ایک گھر سرخ یاقوت کا بناتا ہے جسکے ساٹھ ہزار دروازے ہونگے ان میں سے ہر دروازہ کے متعلق ایک محل سونے کا ہوگا جو سرخ یاقوت سے آراستہ ہوگا۔ پھر جب رمضان کے پہلے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اسکے سب گذشتہ گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں (جو رمضان گذشتہ کے ایسے ہی دن تک ہوئے ہوں یعنی اس رمضان کی پہلی تاریخ سے پہلے رمضان کی پہلی تاریخ تک) اور ہر روز صبح کی نماز سے لیکر آفتاب کے چھپنے تک ستر ہزار فرشتے اُسکے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہ جتنی نمازیں رمضان کے مہینے میں پڑھیگا خواہ دن کو خواہ رات کو ہر سجدہ کے عوض ایک درخت ملیگا جسکے سایہ میں سوار پانچسو برس تک چل سکیگا (بیہقی) **(۱۷)** حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری جمعہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس ایک بڑا اور برکت والا مہینہ آپہونچا (یعنی رمضان) ایسا مہینہ جسمیں ایک رات ہے جو (ایسی ہی جسمیں عبادت کرنا) ایکہزار مہینے (تک عبادت کرنے) سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے روزہ کو فرض کیا ہے اور اُسکی

عہ لم یرض موسیٰ علیہ السلام ہذہ الخفۃ فزاد عشرا ان ثبت ما رواہ الدیلمی کما فی الدر المنثور ورضیہا لنا مع بقاء اصل الخلوف فشرع لنا السواک وہذا من باب اختلاف الشرائع ۱۲

شب بیداری (یعنی تراویح) کو فرض سے کم (یعنی سنت) کیا ہے جو شخص اسمیں کسی نیک کام سے (جو فرض نہو) خدا تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اسکے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ایک فرض ادا کرے اور جو کوئی اسمیں کوئی فرض ادا کرے وہ ایسا ہوگا جیسے اسکے سوا کسی دوسرے زمانہ میں ستر فرض ادا کرے (آگے ارشاد ہے کہ) جو شخص اسمیں کسی روزہ دار کا روزہ کھلوا دے (یعنی کچھ افطاری دیدے) یہ اسکے گناہوں کی بخشش کا اور دوزخ سے اُسکے چھٹکارے کا ذریعہ ہو جائیگا اور اس کو بھی اُس روزہ دار کی برابر ثواب ملیگا اس طرح سے کہ اس کا ثواب بھی نہ گھٹیگا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص کو تو اتنا میسر نہیں جس سے روزہ دار کا روزہ کھلوا سکے (یہ پوچھنے والے روزہ کھلوانے کا مطلب یہ سمجھے کہ پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے) آپنے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دیتا ہے جو کسی کا روزہ ایک چھوارے پر یا پیاس بھر پانی پر یا دودھ کی کسی پر (جو دودھ میں پانی ملا کر بنائی جاتی ہے) کھلوا دے الخ (ابن خزیمہ) اور رمضان کے متعلق ایک تیسری عبادت اور بھی ہے یعنی اعتکاف رمضان کے اخیر دس دن میں جو ایسی سنت ہے کہ سب کے ذمہ ہے لیکن اگر بستی میں ایک بھی کرے تو سب کی طرف سے کافی ہے اور اعتکاف اسکو کہتے ہیں کہ یہ ارادہ کر کے مسجد میں پڑا رہے کہ اتنے دن تک بدون پیشاب یا پاخانہ وغیرہ کی مجبوری کے یہاں سے نہ نکلونگا اور روزہ اور تراویح کی طرح اسمیں بھی نفس کی ایک پیاری چیز چھوٹتی ہے یعنی کھلے مہار پھرنا اور اسی طرح اسمیں بھی دکھلاوا نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی کو کیا خبر کہ مسجد میں کسی خاص نیت سے بیٹھا ہے یا ویسے ہی آگیا ہے آگے اسکی فضیلت کا ذکر ہے (۱۸) علی بن حسین اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رمضان میں دس روز کا اعتکاف کرے دو حج اور دو عمرہ جیسا (ثواب) ہوگا (بیہقی) (۱۹) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنیوالے کے حق میں فرمایا کہ وہ تمام گناہوں سے رُکا رہتا ہے اور اُس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے کوئی تمام نیکیاں کر رہا ہو (مشکوٰۃ از ابن ماجہ) اور ایک فضیلت اسمیں یہ بھی ہے کہ اسمیں مسجد میں حاضر رہنا پڑتا ہے اور مسجد میں حاضر رہنے کی فضیلت رجوع ۱۲ دوازدہم میں گذر چکی ہے البتہ عورتیں گھر ہی میں اپنی نماز پڑھنے کی جگہ اعتکاف کریں اور یہ سب عبادتیں جسدن ختم ہوتی ہیں یعنی عید کا دن اسکی بھی فضیلت آئی ہے چنانچہ (۲۰) حضرت انسؓ سے ایک لانبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عید کا دن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ انہوں نے میرا فرض ادا کیا پھر دعا کیلئے نکلے ہیں اپنی عزت و جلال اور کرم و شان بلند کی قسم میں ضرور انکی عرض قبول کرونگا پھر فرماتا ہے کہ واپس جاؤ میں نے تمکو بخشدیا اور تمہاری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا پس وہ بخشے بخشائے واپس آتے ہیں (مشکوٰۃ بیہقی) آخر کی دو حدیثیں تو مشکوٰۃ کی ہیں باقی سب ترغیب سے ہیں اشرف علی

؎ و فی قولہ تعالیٰ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد اشارۃ لطیفۃ الی تخصیص الرجال بالمساجد حیث خص بالخطاب من یقصود منہ مباشرۃ النساء وما ہم الا الرجال ۱۲ منہ

اسمیں یہ ہے کہ ایک عرصہ تک تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اس معاملۂ غم افزا میں آپ پر انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس روش میں مکار تھا۔ کیونکہ خدا نے اسکو چوروں کے ضمن میں رسوا کر دیا میں نے نہ چاہا کہ اون کے انکار کی شامت اونکو کفر اختیاری میں مبتلا کر دے اور یہہ اپنی ناواقفیت اور جہالت سے گمان بد میں مشغول رہیں اس لیے میں نے اس کرامت کو ظاہر کر دیا کہ میں کام کے وقت تم کو ہاتھ عطا کرتا ہوں تاکہ یہ بدگمان بیچارے درگاہ خداوندی سے مردود نہو جائیں۔ یہ آپ کے لئے نہیں ہے اسلیئے کہ آپکو تو میں ان کرامتوں سے پہلے خود اپنی ذات سے (یعنی اوس کے مشاہدہ یا اپنی طرف سے الہام سے یا کسی اور طریقہ سے) کامل تسلی دے چکا ہوں بلکہ یہ کرامت تو میں نے آپکو ان لوگوں کی وجہ سے عطا کی ہے اور یہ چراغ میں نے آپ کے سامنے ان ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے رکھا ہے آپ کو اسکی کچھہ ضرورت نہیں۔ اسکی ایک وجہ تو پیشتر معلوم ہو چکی۔ دوسری یہ ہے کہ آپ کو ہاتھ کٹنے کا کچھہ ایسا غم بھی نہیں تھا جس کے لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ اس لئے کہ آپکا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ آپکو جسم کے مردہ ہونے یا اوس کے اجزاء کے جدا ہو جانے سے خوف ہو اور اسکی تحقق کے بعد رنج ہو۔ لیکن اتنا فائدہ آپ کے لئے بھی ہوا کہ گو آپ کو تفریق اجزاء کا خوف اور رنج نہو مگر نفس تفرق جسم کا توہم ہو سکتا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ اور خوب قوی اور مستقل طور پر اندفاع توہم آپ کو حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا قطع ید ایسا تھا جیسا خواب میں کسیکا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ اور آنکھ کھلنے کے بعد وہ اوسکو سالم پاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفرق جسم کے بعد بھی حق سبحانہ جب چاہتے ہیں اتصال پیدا کر سکتے ہیں پس وہ تفرق ایسی صورت میں کچھہ بھی قابل التفات نہو گا۔ اب مولانا اسکی تائید میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو ساحران فرعون کو کسقدر تفریق جسم کی دہمکیاں دی گئیں لیکن چونکہ یہ تفرق اون کی نظر میں ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا نیز اونکو خدا کی قدرت پر اطمینان تھا کہ اگر وہ چاہیں گے

181

تو پہر اتصال پیدا کردیں گے اسلئے اونہوں نے اِن دہمکیوں کی طرف کچھہ بھی التفات نہ کیا تفصیل قصہ حسب ذیل ہے۔

چون بریدہ شد برائے حلق دست — مرد زاہد را درِ شکوے بہ بست

یعنی چونکہ اون کا ہاتھ حلق کی وجہ سے کاٹا گیا تو اون مرد زاہد کے شکوے کا دروازہ بند ہوگیا یعنی پہر اونہوں نے کوتوال وغیرہ کسیکی شکایت نہیں کی اسلئے کہ اونکو تو معلوم تہا کہ یہ اوس حرکت کی سزا ہے۔

۱۸۲

اینچنین باشد چو یکدر بستہ شد — صد درِ دیگر بروا شکستہ شد

یعنی ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک در بند ہوا تو سو دروازے دوسرے اوسپر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ایک دروازہ اسباب میں بند ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ اور دوسرے سیکڑوں اسباب پیدا فرمادیتے ہیں اور در کھلنے کو ٹوٹنے سے تعبیر کیا کہ وہ ٹوٹ گئے ہیں کہ اب بند ہی نہیں ہوتے۔ اور یہ شعر مابعد کی تمہید ہے خلاصہ یہ ہے کہ آگے بیان کریں گے کہ اون زاہد صاحب کے خلوت میں ہاتھ لگ جاتا تہا تو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اگرچہ ظاہر میں اون کا ہاتھ کٹ گیا تہا مگر اوس کے کٹ جانے سے اون کا ضرر کچھہ نہیں ہوا بلکہ اون کو حق تعالیٰ نے دوسرا ہاتھ عنایت فرمادیا۔ آگے پہر اون کی حکایت ہے۔

شیخ اقطع کی کرامت اور اُن کا خلوت میں دونوں ہاتھوں سے زنبیل بُننا

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق   کرد معروفش بدین آفات خلق

یعنی لوگوں کے آگے اون کا نام شیخ اقطع ہوگیا اور لوگوں نے ان آفات کے ساتھ اُنکو مشہور کردیا یعنی شیخ اقطع تو اُن کے نقص پر دال تھا مگر لوگوں نے یہی اونکا نام مشہور کردیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

گر تو نامِ اوش خواہے رواں   ہین و بوالخیر تیتانیش خوان

۱۸۳

یعنی اگر تم اون کا اول نام معلوم کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور اونکو ابوالخیر تیتانی کہو تیتان بفتح تا و یائے تحتانی نام موضع بشش فرسخ از مصر یعنی اون کا اصلی نام ابوالخیر ہے اور تیتان کے رہنے والے تھے

در عریش او رایکے زایر بیافت   کو بہر دو دست خود زنبیل بافت

یعنی جھونپڑی میں ایک زائر نے اونکو پایا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں

گفت او را اے عدوئے جانِ خویش   در عریشم آمدی سر کردہ پیش

یعنی شیخ نے اوس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن تو میرے جھونپڑے میں ویسے ہی منہ اوٹھائے ہوئے چلا آیا۔

ہین چرا کردی شتاب اندر سباق   گفت از افراط مہر و اشتیاق

یعنی (فرمایا کہ) اے تو نے آنے میں جلدی کیوں کی تو اوسنے عرض کیا کہ فرط محبت اور اشتیاق کی وجہ سے۔

پس تبسم کرد و گفت اکنون بیا لیک مخفی دار این را اے کیا

یعنی پس اونہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اب آجا لیکن اے زیرک اسکو ذرا پوشیدہ ہی رکھنا

تا نمیرم من مگو این با کسے نے قرینے نے حبیبے نے خسے

یعنی جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اسکو کسی سے مت کہنا نہ کسی ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے مطلب یہ ہے کہ کسی سے مت کہنا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو تو منع کردیا مگر یہ ہوا کہ

بعد ازان قوم دگر از روزنش مطلع گشتند بر بافیدنش

۱۸۴ یعنی بعد اوس کے دوسرے لوگوں نے جھونپڑی کے روزن سے اُن کے بننے پر اطلاع پالی جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ تو لوگوں پر ظاہر ہوگیا تو اُن کو یہ خوف ہوا کہ کہیں انپر کوئی وبال نہ آوے کہ اسکو ظاہر کیوں کیا تھا۔ لہذا اس ڈر کے مارے دعا فرمائی

گفت حکمت را تو دانی کردگار من کنم پنہان تو کردی آشکار

یعنی اونہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حکمت کو تو آپ ہی جانتے ہیں مگر میں نے تو پوشیدہ کیا تھا اور آپنے ظاہر فرمایا مطلب یہ کہ اے اللہ اسمیں میری تو کوئی خطا ہے نہیں آپ نے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

آمد الہامش کہ یک چندے بدند کاندرین غم بر تو منکر مے شدند

یعنی اونکو الہام ہوا کہ یہ لوگ ایک مدت (اس طرح) تھے کہ اِس تکلیف میں تمپر منکر ہوا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ)

کہ مگر سالوس بود اندر طریق　　　که خدا رسواش کرد اندر فریق

یعنی کہ شاید یہ طریق حق میں مکار تہے کہ خدا نے اوسکو فریق میں رسوا کر دیا۔ یعنی لوگ تمہارے ہاتھ کٹ جانے سے یہ کہا کرتے تہے کہ مکار تہا لہذا حق تعالیٰ نے اوس کا بدلا دیا۔ اور معلوم ہوتا تہا کہ چور تہا تو چونکہ لوگ تم پر بدگمانی کیا کرتے تہے اور اوس سے اون کے ایمان کے متزلزل ہونیکا خوف تہا لہذا

من نخواہم کان رمہ کافر شوند　　　وز ضلالت در گمان بد روند

یعنی میں نہیں چاہتا کہ یہ جماعت کافر ہوں اور گمراہی کی وجہ سے گمان بد میں پڑیں یعنی حقتعالے نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری شان میں گستاخی سے عوام کے ایمان کا خوف تہا کہ کہیں گستاخی مفضی الی الکفر نہو جائے۔ اور ایسا بہت ہوا ہے۔ قصبہ دیوبند میں ایک شخص نے ایک بزرگ کی شان میں گستاخی کی تو اون بزرگ نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارے ایمان کو سلامت رکہے بددعا نہیں دی بلکہ یہ دعا کی لیکن اندر سے دل تو دُکھا ہی تہا۔ تو وہ شخص کچھ ہی دن بعد نصرانی ہوگیا والعیاذ باللہ تو دیکہو گستاخی ہی کا یہ اثر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ ان لوگوں کے کافر ہوجانے کا خوف تہا لہذا ہم نے ان کے بچانے کے لیئے ایسا کیا ان لوگوں پر یہ کرامت ظاہر کر دی تاکہ یہ گستاخی کرنا چھوڑ دیں اللہ اکبر قابل غور امر ہے کہ ان بزرگ نے جو ایک کام کیا اور وہ بظاہر بہت چہوٹا تہا اگرچہ اصل میں عظیم تہا مگر ظاہر میں تو خفیف ہی تہا تو اونکو فوراً سزا ملی اور عوام کے فعل پر اون کے ایمان کی حفاظت کیجارہی ہے سبحان اللہ علو اکبیرا اے اللہ ہم ضعیف لوگوں کا ایمان پر خاتمہ فرما۔ اور استقامت واستدامت علی الطریق نصیب فرما آمین۔

سچ یہ ہے کہ جتنا قرب بڑہتا ہے اوسیقدر تنبیہ بہی ہوتی ہے اسلیئے کہ جو کہتا ہے اپنے ہی کو کہا کرتا ہے دیکہو قرآن شریف میں ازواج مطہرات امہات المومنین کی بابت ارشاد ہے۔ من یأت منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین تو یہ دوہرا عذاب کیوں اسی لیے کہ مقرب ہوکر اور پہر اسقدر خطا عظیم سے اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکہنا۔ اور ارشاد ہے کہ

این کرامت را بکردیم آشکار کہ دہیمت دست اندر وقت کا

یعنی ہم نے تمہاری اِس کرامت کو (اسلئے) ظاہر کیا کہ ہم تمکو کام کے وقت ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ این بیچارگانِ بدگمان رد نگردند از جناب آسمان

یعنی تا کہ یہ بیچارے (تم سے) بدگمان ہو کر درگاہِ آسمانی سے مردود نہو جائیں۔

من تسلّی این کراماتہا ز پیش خود تسلّی دادہ ام از ذات خویش

یعنی میں نے تمکو توان کرامتوں سے پہلے خود ہی تسلّی دیدی تھی۔

این کرامت بہر ایشان دادمت وین چراغ از بہر این بنہادمت

یعنی یہ کرامت تو میں نے تمکو اون کے لئے دی ہے اور یہ چراغ اِن کے واسطے رکھا ہے

میں نے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اون سے فرمایا۔ کہ تمکو تو میں نے پہلے ہی تسلّی دیدی تھی

اِس طرح کہ تمام واردات و احوال پہراوسی طرح لوٹا دیئے تھے جس سے کہ صاف معلوم ہوتا تھا

کہ تم مردود نہیں ہوئے اب اِس کرامت کی تمہارے لئے تو ضرورت نہ تھی یہ کرامت تو

صرف اِس لئے ظاہر کی ہے کہ جو لوگ تمہاری بزرگی کے منکر ہیں اون کا ایمان نہ جاتا رہے

اور وہ کہیں گمراہ نہو جاویں ورنہ آپکی تو یہ حالت ہے کہ۔

تو ازان بگذشتہ کز مرگ تن ترسی از تفریق اجزاء بدن

یعنی تو اوس سے گذر گیا ہے کہ مرگ تن کی وجہ سے اجزاء بدن کے الگ ہو جانے سے ڈرے

وہم تفریق سر و پائے تو رفت دفع وہم از سر رسیدت نیک رفت

یعنی سر و پا کی تفریق کا وہم تم سے جاتا رہا ہے اور وہم کا دفعیہ از سر نو تمکو خوب اچھی طرح

۱۸۶

ہنچ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب آپکی وہ شان ہے کہ آپکو اسکا خوف
یں ہے کہ آپکے یہ دست و پا ظاہری الگ کردیئے جاویں اسلئے کہ آپکو تو وہ روحانی اعضار
ل ہیں اور وہ آپ کو عطا ہوجاویں گے تو آپکی یہ شان پہلے سے تھی اور اب از سر نو
حالت اور زیادہ قوی ہوگئی اسلئے کہ آپ کو اس وقت ظاہری ہاتھ کے بعد دست
وحانی مل گیا اب تو عین الیقین ہوگیا ہے اور کوئی وہم وشبہ رہا ہی نہیں- اور اگر یہ
ی تھو تب بہی اون کے تمام اعضار بدن فدائے حق ہیں اون کو ان کے جاتے رہنے
ے بسبب اوس تعلق کے جو اونکو حق تعالیٰ کے ساتھ تہا کچھ پرواہ نہ تھی اور پہر ان دست و
فانی اور اس عالم کے فانی ہونیکو وہ خوب سمجھے ہوئے تہے لہذا اب اونکو اس سے
غم ہوسکتا تہا کہ اون کا ہاتھ کٹ گیا ہے یہ کرامت صرف اس لئے تہی کہ اور دل
ان درست رہے آگے ساحران فرعون کا قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے کہا
قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین تو وہ جواب
یتے ہیں- لاضیر انا الی ربنا منقلبون اونکو جو اسقدر قوت تہی کہ وہ لاضیر
ہیں جو نکرہ تحت میں نفی کے ہے کوئی ضرر ہی نہیں حالانکہ ضرر ظاہر میں موجود تہا
س لاضیر کے کہنے کی وجہہ یہی تہی کہ اونہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا تہا اور وہ اس
کو فانی اور اوسکی حیات کو فانی سمجھے ہوئے تہے اور وہ دوسرے عالم کو اور اوس کی
ت کو باقی سمجھے ہوئے تہے اس لئے اون کو ضرر نہونے کا اسقدر پختہ یقین تہا
ے کہ اون کے جواب سے معلوم ہوتا ہے- آگے حکایت بیان فرماتے ہیں کہ-

۱۸۵

ساحران را نے کہ فرعون لعین	کرد تہدید سیاست بر زمین

کہ بہ برم دست و پاتان از خلاف پس در آویزم ندارم تان معاف

تم دیکھ لو کیا ساحرونکو فرعون نے دہمکی نہ دی تہی اور خوف نہ دلایا تہا کہ میں تم لوگوں کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ ڈالونگا۔ اور اوس کے بعد تم کو لٹکادوں گا اور ہرگز معاف نہ کروں گا۔ لیکن اِس کا اونپر کیا اثر ہوا۔ کچھ بہی نہیں

شرح شبیری

۱۸۸ ساحران فرعون کا ہاتھ پیر کٹوانے پر جری ہونے کا سبب

ساحران را نے کہ فرعون لعین کرد تہدید سیاست بر زمین

کیا فرعون لعین نے ساحرونکو تہدید وسیاست زمین پر نہیں کی (کہ یہہ کہا تہا کہ)

کہ بہ برم دست و پاتان از خلاف پس در آویزم ندارم تان معاف

یعنی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹونگا اور پہر تمکو لٹکاؤں اور معاف نکرونگا خلاف سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ اگر داہنا ہاتھ تو بایاں پیر یا اس کے برعکس غرضیکہ اوس نے دہمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دے دوں گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

(باقی آئندہ)

تخريج بعض الروايات من المقاصد الحسنة مع التلخيص على ترتيب الحروف الهجائية

حديث آية من كتاب الله خير من محمد وآله لم اقف عليه واورد الطبراني من حديث ابن مسعود موقوفًا كل آية في كتاب الله خير مما في السماء والارض اهـ

ف قلت في الحديث نوع من التعرض بمسئلة تفاضل النبي صلى الله عليه وسلم والقرآن فالصريح غير ثابت والثابت غير صريح ونظرًا الى الكليات حصل فيه ثلثة اقوال الاول فضل القرآن

مقاصد حسنہ کی روایات کی تلخیص کی تخریج حروف ہجا کی ترتیب پر

حدیث - کتاب اللہ کی ایک آیت محمد اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل ہے میں اس حدیث پر مطلع نہیں ہوا اور طبرانی نے ابن مسعود کی روایت سے موقوفاً وارد کیا ہے کہ کتاب اللہ کی ہر آیت اُن تمام چیزوں سے افضل ہے جو آسمان و زمین میں موجود ہیں اھ

ف میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اس مسئلہ سے گونہ تعرض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن میں کون افضل ہے جس روایت کی دلالت اسپر صریح ہے وہ تو ثابت نہیں اور جو ثابت ہے اوسکی دلالت عموم سے ہے جسمیں بدلیل احتمال تخصیص کا بھی ہے اب دلیل میں وجود و عدم دونوں کا احتمال ہے اسلئے مسئلہ مختلف فیہ ہے جسمیں تین قول ہیں۔

(۱) افضلیت قرآن کی مطلقاً (۲) افضلیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقاً (۳) تفصیل اسطرح کہ کلام کے دو مرتبے ہیں

۵۳

والثاني فضل النبي
صلى الله عليه وسلم
والثالث التفصيل
بان الكلام النفسي
افضل منه لكونه
صفة الهية و
افضليتها على الحادث
ظاهر وهو افضل من
الكلام اللفظي لكونه
مخلوقا وافضليته على
المخلوقات ظاهر والمسئلة
ذات غموض ودقة والدليل
على اي قول كان
غير واضح فالتوقف
اسلم وابعد عن المجازفة
وقد قال الله تعالى
ولا تقف ما ليس لك
به علم وقد نهى النبي
صلى الله عليه وسلم من
الخوض في مسئلة
القدر لهذه العلة بعينها

۵۳

نفسی اور لفظی۔ اول آپ سے افضل ہے کیونکہ
صفات الٰہیہ میں سے ہے اور موجود غیر مخلوق
افضل ہے مخلوق سے اور ثانی سے آپ افضل
ہیں کیونکہ وہ مخلوق ہے اور حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم افضل المخلوقات ہیں۔ ایک
بار میں نے زمانہ طالب علمی میں اس مسئلہ کو اکابر
کی خدمت میں پیش کیا، تینوں جواب حاصل ہوئے
فالاول من مولانا الگنگوہیؒ والثانی من مولانا
محمد یعقوبؒ والثالث من مولانا سید احمد
الدہلوی اور ان جوابوں کے بعد حضرت
گنگوہی اتفاق سے مدرسہ دیوبند میں تشریف
لائے پھر کسی طالب علم نے پوچھ لیا مولانا نے
وعظ میں ایسے سوالات پر نکیر فرمایا اور حقیقت
میں مسلک محقق و احوط و اسلم یہی ہے کہ
بلاضرورت کوئی سوال نہ کیا جاوے خصوص
ایسے نازک مسائل جنمیں بحث کرنا صفات الٰہیہ
تک راجع ہوجاوے اور وہ بھی دلائل تخمینیہ
وظنیہ سے جنمیں غلطی کا احتمال بہت قریب
ہو آیت ما لیس لک بہ علم عموماً اور
حدیث نہی عن الخوض فی مسئلۃ القدر
خصوصاً ایسے مباحث سے ناہی ہے۔

حدیث الابدال له

طرق عن انس رضی مرفوعاً
بالفاظ مختلفة كلها ضعيفة
ثم قال بعد ما ساق
الاسانيد واحسن مما تقدم ما
لاحمد من حديث شريح
يعني ابن عبيد قال ذكر
اهل الشام عند علی رض وهو
بالعراق فقالوا العنهم يا
امير المؤمنين قال لا اني
سمعت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يقول الابدال يكونون
بالشام وهم اربعون رجلا
يسقى بهم الغيث وينتصر بهم
على الاعداء ويصرف عن اهل الشام
بهم العذاب ورجاله من رواة
الصحيح الا شريحا وهو ثقة
وقد سمع ممن هو اقدم من
على ثم رجح السخاوي
وقفه على علی رض
والله اعلم

ترجمہ ابدال کی حدیث کے بالفاظ مختلفہ

حضرت انس رضی سے مرفوعاً کئی طریق ہیں اور
سب ضعیف ہیں پھر ان اسانید کو بیان کرکے
یہ کہا ہے کہ ان سب مذکورہ سابق سے احسن
وہ طریق ہے جو امام احمد کے نزدیک شریح
ابن عبید سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت
علی کے سامنے اہل شام کا ذکر ہوا اور حضرت
علی رض عراق میں تھے لوگوں نے عرض کیا
کہ اون پر لعنت کیجئے اے امیر المومنین اونھوں
نے فرمایا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ابدال شام
میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس شخص ہیں کہ انکی برکت
سے بارش ہوتی ہے اور انکی برکت سے اعدا سے انتقام لیا جاتا
ہے اور انکی برکت سے اہل شام سے عذاب ہٹایا جاتا
ہے اھ اور اس حدیث کے رواۃ صحیح کے
رواۃ سے ہیں بجز شریح کے مگر وہ بھی ثقہ ہیں
اور ان کا سماع ان حضرات سے بھی ثابت ہے
جو حضرت علی سے بھی قدیم تر ہیں (اس لئے
حضرت علی رض سے انکا سماع مستبعد نہیں)
پھر سخاوی نے اس حدیث کے حضرت علی رض
پر موقوف ہونے کو ترجیح دی۔

ف وھو اصل ما اشتھر فی القوم
من القول بالابدال وکونھم اربعین
وکونھم اصحاب کرامات من نزول
الغیث والانتصار من الاعداء
وصرف العذاب بھم لکن الحدیث
ساکت عن بعض تصرفاتھم کطی
الارض والطیران علی الھواء و
امثالھا وغیر ناف لھا
والتواتر مثبت لھا فلا
تنکر

۵۶ **حدیث** ابغض الحلال الی اللہ
الطلاق ابو داؤد فی
سننہ عن احمد بن یونس عن
معرف بن واصل عن محارب
ابن دثار رفعہ بلفظ ما احل
اللہ شیئا ابغض الیہ من
الطلاق ۔ وھذا مرسل

ف السر فیہ ان بعض
الاشیاء غیر معصیۃ
لکنہ مشابہ للمعصیۃ

ف یہ حدیث اصل ہے اس قول کی جو
صوفیہ میں مشہور ہے یعنی ابدال کا ہونا اور
انکا چالیس ہونا اور ان کا صاحب کرامات
ہونا جیسے انکی برکت سے بارش کا ہونا ۔ اور
دشمنوں کا دفع ہونا اور عذاب کا ٹل جانا
البتہ حدیث ان کے اور تصرفات سے ساکت
ہے جیسے طی ارض اور ہوا پر اڑنا وغیرہ وغیرہ
لیکن حدیث اسکی نفی بھی نہیں کرتی ۔ اور
تواتر واقعات کا اس کا اثبات کرتا ہے اسلئے
ان تصرفات کا بھی انکار نہ کیا جاوے گا ۔

ترجمہ **حدیث** حلال چیزوں میں سے
سب سے زیادہ ناپسند اللہ تعالی کے نزدیک
طلاق ہے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے
اپنی سنن میں احمد بن یونس سے اونہوں نے
معرف بن واصل سے انہوں نے محارب
ابن دثار سے اونہوں نے اسکو ان الفاظ سے
مرفوع کیا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی ایسی چیز
کو حلال نہیں کیا جو اُس کے نزدیک طلاق
سے زیادہ ناپسند ہو اور یہ مرسل ہے **ف**
راز اسمیں یہ ہے کہ بعض اشیا معصیت تو
نہیں ہوتیں لیکن مشابہ معصیت کے ہوتی ہیں ۔

باقی آیندہ

بزرگوں کی وجہ سے ہوا۔

۱۰۹۔ مناظرین کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا جب عنوان بے ادبی کا ہوتا ہے تو بچاؤ کے لیئے فقط نیت کافی نہیں چنانچہ کلام اللہ میں اس عنوان کا رد ہے جو آجکل مناظرین نے اختیار کر رکھا ہے کقولہ تعالیٰ۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء آلخ بیشک اللہ نے سن لیا ہے اُن لوگوں کا قول جنھوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ فقط سننے پر ہم نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ہم اون کی کہی ہوئی بات کو اون کے نامۂ اعمال میں لکھ رکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہود کا اس بیہودہ قول کے موافق اعتقاد تو نہو گا کیونکہ وہ اہل کتاب تھے اور یہہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ کسی عاقل پر پوشیدہ نہیں لیکن یہہ بات انہوں نے استہزاءً کہی تہی اور مقصود اس سے تکذیب ہے آیات قرآنیہ موجبہ انفاق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنانچہ آگے آیت ان کذبوک سے اسکی تائید بہی ہوتی ہے۔ پس اون کا مطلب یہ ہوگا کہ ان آیتوں کا مضمون اگر صحیح ہو تو اس سے خالق کا فقیر اور مخلوق کا غنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ لازم باطل ہے پس ان آیتوں کا مضمون بھی صحیح نہیں تو دیکھیے اون کا عقیدہ تو یہ بظاہر نہیں تہا مگر رسول کے جہٹلانے کو یہہ عنوان اختیار کیا تہا۔ یہی طرز آجکل ہمارے بہائی مسلمانوں نے اختیار کر رکہا ہے کہ خواہ بزرگوں کی توہین ہوجائے مگر اپنا بالا جیتا رہے۔

(۱۱۰) فرمایا شریعت نے الفاظ میں بہی یہاں تک احتیاط کی ہے کہ اپنے نفس کو بہی برا مت کہو حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی شخص کا دل متلی کرتا ہو تو یوں مت کہو کہ میرا دل میلا ہو رہا ہے یا برا ہو رہا ہے۔ بلکہ یوں کہو کہ مجھے متلی ہو رہی ہے مگر حق تعالیٰ کے سامنے اپنی حقارت اور برائی کرنا دعا کے وقت میں جائز ہے۔ اور یہہ بہی فرمایا کہ ہمارے تمام اعضا شین الٰہی ہیں تو ہمیں جس طرح چلانے کا حکم ہو اوسیطرح چلانا چاہیئے۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ جب ہم اپنے نہیں ہیں تو یہہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمیں کس طرح تصرف کرنے کا حکم ہے بس اوسیطرح تصرف کریں اور یہی راز ہے کہ خودکشی کرنا جائز نہیں اور یہ بہی فرمایا کہ جب یہ راز معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم اپنے نہیں تو بہت سے مجاہدوں سے نجات ہوجاتی ہے

فرمایا کہ مولانا فخر الحسن صاحب فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ میں ایک بزرگ تھے۔ ایک شخص اونکی
تعریف کرنے لگا تو وہ خوش ہوئے مجھکو یہ خیال ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں کہ اپنی تعریف
سے خوش ہوتے ہیں اون بزرگ کو اس خطرہ پر اطلاع ہوگئی فرمایا کہ بہائی میں اپنی تعریف
سے تہوڑا ہی ہنستا ہوں میں تو اپنے خالق کی تعریف سے ہنستا ہوں مجھے جو کوئی
اچھا کہتا ہے یہہ اونہیں کی تعریف ہوتی ہے کیونکہ میں تو اونہیں کا بنایا ہوا ہوں
اسپر مجھکو پہر خیال ہوا کہ میرا یہ اعتراض بہی تو اونہی کا پیدا کیا ہوا ہے اِس کے
رفع کا کیوں اہتمام کیا اسپر بہی اون بزرگ کو اطلاع ہوگئی فرمایا کہ وہ ادب سے کہ
برائیوں کو خدا کی طرف منسوب کرے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کسیکو معرفت نصیب ہو
جائے تو بہت سے مجاہدوں سے نجات ہو جائے اور بغیر معرفت کے ترا مجاہدہ کافی نہیں
چنانچہ اسی کی فرع ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے وسوسہ کا ایک علاج لکھا
ہے۔ اللہ اکبر کیا علاج ہے فرماتے ہیں کہ اگر کسیکو وسواس اور خطرات آئیں اور
کسی طرح دفع نہوں تو یوں خیال کرے کہ قلب بہی کیا وسیع دریا خدا نے بنایا ہے کہ جس میں ۵۰
خطرات کی موجیں چلی آرہی ہیں جو منقطع نہیں ہوتیں کیا خدا کی صنعت ہے پہر تو سارے خطرات
آئینہ جمال الٰہی ہو جاویں گے اب جو خطرہ بہی آوے تو یوں کہدو کہ یہ بہی اوسی دریا کی
موج ہے جو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اب شیطان خود بخود بہاگ جاوے گا اور کہیگا
کہ میں نے جو طریقہ حجاب اختیار کیا تہا وہ آئینہ جمال ہوگیا۔

(۱۱۱) فرمایا کہ بعض لوگ میرے پاس ایسے آتے ہیں کہ اون کو دیکھکر انشراح ہو جاتا ہے
اور یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے درخواست بیعت کریں مگر بعض مصالح کی بنا پر میں خود
اوسکو ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھتا اگرچہ جواز میں کچھ کلام نہیں دیکھئے اگر نکاح کی درخواست
لڑکی یا لڑکے والے کیطرف سے ہو تو منع نہیں۔ مگر ایک تو اس کا دستور نہیں اور دوسرے
لڑکی یا لڑکے والوں کو حجاب ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ ایسے آتے ہیں کہ اون کو دیکھکر
ایک انقباض سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ امر ذوقی ہے۔ میں وجہ بیان نہیں کرسکتا ہوں
اور یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میرے ساتھ کچھ

خاص نہیں ہے بلکہ جس سے وہ کچھ کام لینا چاہتے ہیں اوسکو وہ یہ مذاق عطا فرما دیتے ہیں دیکھئے نجار کو فوراً لکڑی کا حال معلوم ہو جاتا ہے کہ اسمیں فلاں چیز بنے گی اور فلاں چیز نہیں بنے گی اگرچہ یہ حجت شرعی نہیں ہے لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اکثر اوسکی جانچ کے موافق ہی ہوتا ہے علی ہذا ہر کام والے کو اپنے کام میں ملکہ ہو جاتا ہے یہ کچھ علم پر بہی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ علم خود ملکہ ہے۔ دیکھئے اگر کوئی اندھا مکھی کہا جاوے تو اوس کا دل ضرور اوس غذا کو جسمیں مکھی ہے نکال دیگا اور ہضم نہ ہوگا۔ غرض یہ امر اختیاری نہیں جیسے اوزار کاٹتا ہے مگر خود اوسکو خبر نہیں کہ میں کیا کاٹ رہا ہوں یہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ جو کام کسی سے لینا منظور ہوتا ہے اوسکو اوسکی ضروریات پہلے سکہا دیتے ہیں قرآن شریف میں خود مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانا تہا تو سب علوم خلافت کے متعلق اونکو سکہا دیئے تہے اور امتحان میں بہی پاس کر دیا۔ اسپر مجھے ایک بادشاہ کا قصہ یاد آیا۔ اوس نے ایک عجیب و غریب وصیت کی تہی کہ اگر میں مر جاؤں تو وہ شخص بادشاہ ہو جو صبحکو شہر کے اندر سب سے پہلے داخل ہو چنانچہ اوس کا انتقال ہو گیا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک فقیر اول شہر پناہ کے دروازہ سے داخل ہوا وہ اوسکو کھینچکر محل شاہی میں لے گئے اور غسل وغیرہ دیکر شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ اب جناب نے بیٹھتے ہی حکم احکام جاری کرنے شروع کیے لوگوں پر رعب چھا گیا۔ جب کام سے فارغ ہوئے تو وزیر کو حکم کیا کہ ہمکو بغلوں میں ہاتھ ڈالکر اوٹھاؤ۔ یہ سنکر وزیر حیران ہو گیا۔ اور خلوت میں دریافت کیا کہ حضور یہہ آداب شاہی آپ کو کہاں سے معلوم ہو گئے۔ آپ کو تو کبھی ایسا اتفاق بھی نہیں ہوا بادشاہ نے کہا جس نے ہمکو بادشاہی عطا کی ہے اوس نے ہمکو آداب بھی سکھائے ہیں

(۱۱۲) ۲۶ رجب بعد نماز جمعہ ایک نو وارد صاحب سے فرمایا کہ آپکے وسواس جاتے رہے یا نہیں۔ اون صاحب نے عرض کیا کہ بحمد للہ اور حضور کی دعا سے بالکل تسلی ہو گئی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ بزرگوں کا تصرف ہوا ہو مگر میں تو یہہ جانتا ہوں کہ تمہاری محنت اور کوشش سے اللہ تعالی نے فضل فرما دیا اور یہ بہی فرمایا کہ دیکھئے مجھے لوگ بدخلق اور

متشددکہتے ہیں اگر میں سختی نہ کرتا تو ان امراض کا ہرگز ازالہ نہوتا جو تمکو تہے۔ مولٰنا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ ایک سوار جنگل میں جارہا تھا۔ اوس نے دیکھا کہ ایک شخص پٹا ہوا سورہا ہے اور اوس کی طرف کو ایک سیاہ سانپ لپک رہا ہے تو وہ سوار سانپ کو روک نہیں سکا اوس مسافر کی طرف کو گہوڑا دوڑایا۔ اور جاتے ہی ایک چابک بہت زور سے رسید کیا جس سے وہ گہبرا کر اوٹہا اور ایک اور رسید کیا جس سے وہ کہڑا ہوگیا غرضیکہ یہ برابر چابک مارتا رہا اور وہ برابر روتا ہوا اور چلاتا ہوا بھاگتا رہا اور یہ اوس کے پیچھے گہوڑا دوڑائے رہا بالآخر جب وہ بہت فصل سے نکل گیا تب اوس سے کہا کہ اسوجہ سے مینے تجھے مارا۔ اوس مسافر کو جب یہ خبر ہوئی تو بہت ممنون وشکر گزار ہو کر دعائیں دیں کہ تم نے میری جان بچائی۔ اب بتلائیے کہ پہلے ہی اوسکی سمجھ میں کیسے آسکتا تھا اور آسانی سے اوٹہانے اور سمجھانے کی مہلت کہاں تہی۔

(۱۱۳) ایک مولوی صاحب بعد تحصیل علوم درسی رامپور سے تشریف لائے اور حضرت والا کو ایک پرچہ دیا اوسے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور آپنے کبھی مجھ سے خط وکتابت بھی کی ہے اون صاحب نے کہا کہ رامپور سے آیا ہوں اور خط وکتابت تو کبھی نہیں کی اسپر فرمایا کہ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ کچھ قیام ہوگا۔ اسپر اون صاحب نے کہا اصلاح نفس کے لئے حاضر ہوا ہوں اور ایک ماہ قیام کروں گا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک ماہ تو اصلاح کے لئے کافی نہیں ہوسکتا افسوس علوم درسیہ کے لیے تو لوگ دس دس سال خرچ کرتے ہیں اور اِس سے کم مدت کو کافی نہیں سمجھتے بھلا اصلاح نفس کے لیئے ایک مہینہ کیونکر کافی ہوسکتا ہے انصاف تو کیجئے حالانکہ درسیات پڑہنے سے خود یہی مقصود ہے دیکھئے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ بیوی میں تو پردیس جانا چاہتا ہوں اور اب صرف ایک مہینہ کا قیام رہا ہے مگر جی یوں چاہتا ہے کہ لڑکے کو کھلا کر جاؤں تو بتلائیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ماہ میں لڑکا بھی ہوجائے اور کھلا بھی لیں۔ ایسی ہی ایک ماہ میں اصلاح ہوگی جیسے لڑکا ہوگا۔ افسوس دنیا کی بعض مقاصد کے واسطے ساری عمر صرف کردیتے ہیں اور اخروی مقصود کے حصول کیلئے ایک سال بھی خرچ نہیں کرتے۔

۵۲

(باقی آئندہ)

(رح) اُسکو شیر ہی نظر آتا ہے متخیلہ میں صورت شیر کی ایسی مرکوز ہو جاتی ہے کہ ہر چیز اوسی کی صورت میں نظر آتی ہے - یا کسی ماں کا بچہ مر گیا ہو تو مدت تک اُس کے سامنے اُس بچہ کی تصویر رہتی ہے - بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اور چیز سامنے آوے لیکن اُس کو نظر آتا ہے کہ وہی بچہ آگیا اور بسا اوقات اُس کی آواز بھی کان میں آجاتی ہے حالانکہ اُس آواز کا کچھ بھی وجود نہیں ہوتا - بنابریں اِن مصلحین کو چونکہ قومی ہمدردی کا زیادہ جوش ہوتا ہے تو اس ہمدردی ہی کے متعلق اُن کے دماغ میں خیالات آتے ہیں وہ خیالات دماغ میں جمع ہوتے ہیں تو اُن کا دوسروں پر اظہار کرتے ہیں اور خیالات کا اظہار الفاظ ہی سے ہوتا ہے تو ایک مضمون مرتب ہو جاتا ہے ایسے مضامین جمع ہو جانے سے کتاب بن جاتی ہے - اُس کو لوگ الہامی کہنے لگتے ہیں - اسی غلبہ کا یہ اثر بھی ہوتا ہے کہ کبھی کوئی آواز بھی سنائی دینے لگتی ہے بلکہ کوئی صورت بھی دکھائی دینے لگتی ہے کہ کوئی سامنے کھڑا ہے اور ہمدردی ہی کا کوئی مضمون بول رہا ہے - چونکہ ان مصلحان قوم میں ہمدردی کا مادہ بہت ہوتا ہے جان کھپا کھپا کر اصلاح قوم کی تدبیریں کرتے ہیں عوام اُن کی مخالفتیں بھی کرتے ہیں مگر وہ حلم سے کام لیتے ہیں اور جہالت کا جواب جہالت سے نہیں دیتے - ایسے شخص کی وقعت دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے اور چند روز میں وہ عزت کی نظروں سے دیکھے جانے لگتے ہیں اور مقتدا بن جاتے ہیں - ان تخیلات کا نام لوگوں نے وحی والہام رکھا ہے اور ایسے شخص کو جسکو یہ تخیلات پیش آتے ہیں نبی کہدیتے ہیں یہ خلاصہ ہے ابنائے زمان کے نبوت کے متعلق خیال کا - ناظرین ہم کہتے ہیں کہ نبوت تخیل پر مبنی ہو یا نہو اُن کا یہ عقیدہ ضرور تخیل پر مبنی ہے - دُنیا اُن کے دماغوں میں ایسی مرکوز ہو گئی ہے کہ جو کوئی صدا بھی سنتے ہیں اُس کو دنیا ہی کے لئے سمجھتے ہیں اگر وہ دنیا کی بہبودی کے لئے ہو اور دنیا کی بہبودی بھی اُن کی سمجھ کے موافق ہو تب تو وہ تسلیم اور حق ہے ورنہ قابل رد اور باطل ہے اُس کے الفاظ کیسے ہی صریح اور صاف ہوں مگر اُن سے وہی مفہوم سمجھتے ہیں جو اُن کے دماغوں میں ہے - انکے دماغوں میں جب دنیا کا اس قدر جوش بھرا ہوا ہے کہ خود جب خیال آتا ہے تو دنیا کا - آواز کان میں پڑتی ہے تو دنیا کی - ترک دنیا کو کوئی کہتا ہے تب بھی اختیار

۱۶۹

(ج) دینا سنائی دیتا ہے۔ ان تخیلات کا نام ان لوگوں نے روشنی لکھا ہے ؎

برعکس نہند نام زنگی کافور

ابنائے زمان کا حقیقت وحی ہمدردی قومی کو قرار دینا محض غلط ہے بہت موٹی بات ہے کہ جو شخص کسی بات کا دعوی کرے پہلے دیکھنا چاہئے کہ اُس کے الفاظ کا مفہوم لغوی کیا ہے یا اُس سے پوچھنا چاہئے کہ تیری مُراد ان الفاظ سے کیا ہے جو مفہوم اُس کے الفاظ سے باعتبار لغت نکلتا ہو یا جو مُراد وہ بیان کرے اُسی کا مدعی اس کو سمجھا جاویگا یہ اور بات ہے کہ وہ اُس دعوے میں سچا ہو یا جھوٹا۔ اس کا مدار دلیل پر ہوگا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ طریقہ کہاں تک صحیح ہے کہ سننے والا مدعی کے الفاظ کے وہ معنی لے جو اپنے ذہن میں ہوں یہ ایسا ہوگا جیسے ایک انگریز حاکم ہو کر ایک شہر میں پہنچے اور اہل شہر کے سامنے کہے کہ میں تم لوگوں کے لئے حاکم شہر ہو کر آیا ہوں اور اُس کے جواب میں کوئی کہے کہ جی ہاں ہم کو تسلیم ہے کہ آپ حاکم شہر ہیں مگر حکومت کی حقیقت رعایا کو آرام دینا ہے اور رعایا کو آرام پیجانے کمانے سے ملتا ہے لہذا آپ ہمارے پیجانے کمایا کیجئے آپ ہمارے بڑے ہمدرد ہیں اور آپ کی حکومت ہم کو بسر و چشم تسلیم ہے۔ ناظرین بتاویں کہ اس میں کیا غلطی ہے سوائے اس کے کہ اہل شہر نے حکومت کے معنی جس کا وہ انگریز مدعی ہے وہ لئے جو اپنے ذہن میں ہیں اور اسی کو اُس کے لئے تسلیم کیا۔ کیا حکومت کو باین معنی تسلیم کرنا کافی ہو جائیگا حاشا وکلا۔ اس کے جواب میں اُس حاکم نیز گورنمنٹ کی طرف سے یا تو حاکمانہ جواب ملیگا اور مارشل لا جاری کر کے جبراً اہل شہر کو مقہور کر کے مطیع بنایا جاویگا اور اگر حلم و متانت سے کام لیا تو یہ جواب ملیگا کہ حکومت کے جو معنی تم نے لئے ہیں یہ من گھڑت ہے حکومت کے معنی وہی ہیں جو لغت میں ہیں جسکی رُو سے ہر قسم کا تسلط حاکم کو حاصل ہوگا۔ اس حاکم کے سامنے تم کو ہر بات میں سر تسلیم خم کرنا ہوگا نہ وہ تمہارے آرام و آسایش کا ذمہ دار ہوگا نہ وہ تمہارے کہنے کی موافق چلیگا جو اسکی سمجھ میں آویگا یا جو اُس کو اوپر سے حکم ہوگا وہ کریگا ممکن ہے کہ کبھی جبر و قہر سے بھی کام لے اور تمہارا کھانا پینا بھی بند کر دے یا توپ سے اُڑا دے

۱۷۰

(۱) لیکن نبوت کی یہ حقیقت بالکل نصوص صریحہ صحیحہ کے خلاف ہے نصوص میں تصریح ہے کہ وحی ایک فیض غیبی ہے جو بواسطہ فرشتہ ہوتا ہے اور وہ فرشتہ کبھی القا کرتا ہے جس کو حدیث میں نَفَثَ فِی رُوْعِی فرمایا ہے کبھی اُس کی صوت سُنائی دیتی ہے کبھی وہ سامنے آکر بات کرتا ہے جس کو فرمایا ہے یَاْتِیْنِی الْمَلَکُ اَحْیَانًا (آواز[۱۲]) یَتَمَثَّلُ لِیْ (کبھی میرے پاس فرشتہ کسی صورت میں آتا ہے)

(ج) ہاں اگر اطاعت کروگے اور اس کے سامنے رعایا بن کر رہوگے تو وہ وعدہ کرتا ہے اختیارات قہریہ سے کام نہ لیگا۔ انبیاء علیہم السّلام نے بھی اسی طرح نبوت کا دعویٰ کیا۔ نبوت کے معنی جو لغت میں ہوں اور جس کو وہ خود بیان فرماویں وہی مراد لینا صحیح ہوگا کیونکہ یہ کس طرح درست ہے کہ وہ معنی مراد لے جو اپنے ذہن میں ہوں۔ نبوت کے معنی لغت میں خبر دینے کے ہیں تو نبی کے معنی مخبر کے ہوئے اور جب اس کو لفظ اللہ کے ساتھ ملایا گیا تو اُس کا ترجمہ "اللہ کا مخبر" ہوا تو دعوائے نبوت کا حاصل یہ ہوا کہ وہ شخص خدائے تعالیٰ کے یہاں کی خبریں پونہچانے والا ہے واقعات کی بھی اور کسی فعل پر ثواب و عقاب کے ترتب کی بھی، رسالت کے معنی بھی اس کے قریب ہی ہیں کیونکہ اسکا ترجمہ "پیغام پہونچانا" ہے۔ خدا تعالیٰ کے یہاں کے پیغام پہونچانا یا خبریں پہنچانا حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کے یہاں کی باتیں دو نوں قسم کی ہیں بعض از جنس خبر ہیں جیسے جنت و نار، حشر و نشر کا ہونا اور بعض از جنس احکام ہیں جیسے نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کے قواعد اور یہ احکام بھی ایک معنی کر خبریں ہیں یعنی اس فعل پر جزا ملیگی اس فعل پر سزا ملیگی۔ اسی طرح پیغام کبھی واقعات کا ہوتا ہے کبھی احکام کا، نبوت و رسالت کے یہی معنی لغت میں ہیں اور یہی معنی مدعیان نبوت (انبیاء علیہم السّلام) نے بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں اُبَلِّغُکُمْ رِسَالَاتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ ہ یعنی میں تم کو خدائے تعالیٰ کے پیغام پہونچاتا ہوں اور میں اس بات میں تمہارا خیر خواہ اور امانتدار ہوں پیغام خداوندی میں کچھ تغیر تبدل نہیں کرتا۔ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

۱۷۱

(ج) عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۰ یعنی کیا تم کو تعج
ہوا کہ تم ہی میں سے ایک آدمی پر خدائے تعالیٰ کی جانب سے نصیحت نازل ہوئی تاکہ
ڈرایا جائے اور تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور تم پر رحم کیا جاوے۔ اسی طرح کے جملے
انبیاء علیہم السّلام سے قرآن میں جا بجا منقول ہیں۔ حیرت کی بات ہے اور ان مسلمانو
اور تعلیمیافتوں سے سخت تعجب ہے کہ زبان سے نبوت کو ماننے کا اقرار کرتے ہیں
حقیقت اسکی وہ بیان کرتے ہیں جو خود مدعیان نبوت کے اقوال کے خلاف ہے۔ اگر حق
وحی یہی ہے جو یہ کہتے ہیں تو انبیاء علیہم السّلام نعوذ باللہ اس غلطی میں مبتلا رہے کہ
خیالی چیز کو واقعی سمجھتے رہے۔ اگر یہ ہے تو ایسا شخص جسکو خیالی اور واقعی بات میں تم
ہو محض بے عقل اور مجنون و مخبوط الحواس ہے اس کو رہبر و مقتدا اور دین کا پیشوا م
کیا معنے۔ پھر انکی نبوت کا قائل ہونا خبط نہیں تو کیا ہے۔ حاصل یہ کہ اگر نبوت کا ق
ہونا ہے تو اسکی حقیقت وہی ماننی پڑے گی جو خود انبیائے علیہم السّلام نے بیان فرما
ہے مگر اسکے خلاف کہا گیا تو وہ درحقیقت نبوت کا انکار ہی ہے۔ زبان سے نبوت کا لف
کہتے رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ستی کو بلکہ پیخانے کو کوئی زبان سے حلوا کہکر کھا
تو پیٹ نہیں بھر سکتا اور حلوے کا مزہ نہیں آسکتا۔ نصوص صریحہ میں یعنی قرآن
حدیث میں وحی کے متعلق صاف صاف بیان موجود ہیں۔ ایسی آیتیں بہت ہیں
ہم یہاں صرف سورۂ النجم کی آیتیں نقل کرتے ہیں جنمیں یہ مضمون بالکل صاف موجو
وہ آیتیں شروع سورۃ کی آیتیں ہیں وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی (الیٰ قولہ تعالیٰ) لَقَدْ رَأٰ
مِنْ آیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ترجمہ یہ ہے کہ قسم ہے ستارہ کی جبکہ وہ نیچے کو گرنے لگ
کہ نہیں بھٹکا ساتھی تمہارا (حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور نہ گمراہ ہوا (اسمیں صاف ترد
ہے اس خیال کی کہ نبوت خیالی بات ہے کیونکہ ایسی باتیں کہ خیالی باتوں اور واقعی با
میں امتیاز نہو خبطیوں اور بھٹکنے والوں ہی سے ہو سکتی ہیں) اور وہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم)
اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہیں وہ نہیں ہوتا مگر وحی جو الق
کیجاتی ہے بتایا ہے اسکو (فرشتہ) بہت زبردست طاقت والے (جبریل علیہ السّلام)

۱۷۲

(باقی آئندہ)

دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے کی اسلئے بھی ضرورت نہیں پڑی کہ وہ حضرات بھی تو اکثر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہا کرتے تھے اور احادیث سنا کرتے تھے پس جسکو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیوں نقل کریں گے؟ ہاں وہی نقل کر سکتے ہیں جو خود انہوں نے نہ سنی ہو وہی نقل کرتے ہیں (تاریخ الخلفاء)

حضرت صدیق اکبر مشکل کے وقت ہر ایک بات میں قرآن کریم سے مشورہ لیتے تھے اور اس کے احکام پر چلتے تھے اگر قرآن شریف میں یہ حکم نہ ملتا تھا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو باتیں یاد تھیں اس پر عمل فرماتے تھے ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے دریافت کرتے کہ فلاں مہم درپیش ہے تم کو معلوم ہے کہ ایسے معاملوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی کہتے کہ اِس کام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا تو حضرت صدیق اعظم رضی اللہ عنہ شکریہ کے ساتھ اسکو قبول فرما لیتے اگر یہ بھی نہ ہوتا تو بڑے بڑے نیک لوگوں کو جمع کرکے اُن سے مشورہ لیتے اور جو بات مشورہ سے قرار پاتی اس پر عمل کرتے۔ چنانچہ میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی مقدمہ آتا تو آپ اُس مسئلہ کو قرآن مجید میں تلاش فرماتے اور قرآن شریف کے موافق فیصلہ دیتے اور اگر قرآن شریف میں نہ ملتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے موافق فیصلہ دیتے اگر اِس قسم کی کوئی حدیث آپ کو یاد نہ ہوتی تو آپ باہر نکل کر لوگوں سے دریافت فرماتے کہ میرے پاس ایک ایسا مقدمہ آیا ہے کیا تم میں سے کوئی شخص جانتا ہے کہ ایسے مقدمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس آپ کے پاس تمام صحابہ جمع ہو جاتے اگر کوئی صحابی کوئی حدیث اِس قسم کی بیان کرتا تو آپ اسی کے موافق تصفیہ فرماتے اور خوش ہو کر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتے کہ الحمد للہ کہ ہم میں ایسے اشخاص موجود ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو یاد رکھتے ہیں اگر اس طرح کی کوئی حدیث بھی نہ ملتی تو آپ بڑے بڑے صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے اور کثرت رائے کے موافق فیصلہ سنا دیتے

۹۵

امام نووی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی منجملہ دیگر صحابہ کے حافظ قرآن

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایام جاہلیت کے حالات

آپ مشرف بہ اسلام ہونے سے پیشتر بھی ایک موحد مسلمان دین ابراہیمی پر تھے باوجودیکہ ان دنوں اصنام پرستی کا عام طور پر زور و شور تھا مگر آپ کفر و بت پرستی سے نہایت نفرت رکھنے والے تھے کبھی آپ نے ان ایام میں بت پرستی نہیں کی چنانچہ اس کے متعلق امام قسطلانی نے باب اسلام ابی بکر رضی اللہ عنہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے :-

ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مہاجرین و انصار حاضر تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ کی زندگی بھر کی ہی قسم ہے کہ میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا یہ بات سنکر کچھ اصحاب کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا ہو؟ حالانکہ عمر تمنے جاہلیت میں بسر کی ہے یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک دن میرے والد ابو قحافہ میرا ہاتھ پکڑ کر بت خانہ میں لے گئے اور ایک بت کو دکھلا کر کہنے لگے کہ یہ تمہارا معبود ہے اس کو سجدہ کرو۔ یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے اور میں نے قریب ہو کر اس بت سے کہا کہ میں بھوکا ہوں مجھکو کچھ کھانا کھلوا۔ مگر اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ میں ننگا ہوں۔ مجھکو کوئی کپڑا دلوا۔ اسپر بھی اس نے کچھ جواب نہیں دیا پھر میں نے ایک پتھر اٹھا کر کہا کہ میں یہ پتھر تجھ پر پھینکتا ہوں اگر تو معبود ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچالے مگر وہ پھر بھی بدستور چپ چاپ، خاموش کھڑا رہا۔ پس میں نے اس پر وہ پتھر دے مارا جس سے وہ منہ کے بل گر پڑا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے بھی ایسے روشن خیال اور سلیم العقل بزرگوار تھے جو ہر طرح کے کفر و شرک سے بچتے ہی رہتے تھے۔

نیز آپ کا چال چلن اسلام لانے سے پیشتر بھی نہایت پرہیزگارانہ و متقیانہ تھا۔ آپ کی پاک دامنی اور نیک چلنی کا شہرہ تمام ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ ابتدا ہی سے آپ تمام مکروہات و لغویات سے محترز رہا کرتے تھے بچپن ہی سے آپ شراب، جوا وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے حالانکہ زمانہ جاہلیت میں یہ باتیں عام طور پر بلا روک ٹوک قوم میں جاری تھیں اور ان سے بچنا نہایت ہی مشکل تھا چنانچہ ابو نعیم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ آپنے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی۔ قبول اسلام سے پہلے ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ شراب کو کیوں ناپسند سمجھتے ہیں؟ آپنے فرمایا جو لوگ شراب کا استعمال کرتے ہیں وہ اپنی عزت و حرمت کو برباد کرتے، مروت و مردانگی کو کھو بیٹھتے ہیں شرم و حیا ان سے کافور ہو جاتی ہے اور مجھے اپنی حرمت و مروت کی حفاظت منظور ہے۔

ابن عساکر نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں کچھ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں کبھی آپنے شراب پی ہے یا نہیں؟ آپنے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر فرمایا کبھی نہیں اس پر انہوں نے پوچھا کہ کیوں؟ آپنے فرمایا میں نے اپنی عزت و مروت کی حفاظت کی کیونکہ شراب پینے سے عزت و مروت زائل ہو جاتی ہے یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو حضور نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا ابو بکر سچ کہتے ہیں۔

آپ نے کبھی شعر نہیں کہا چنانچہ ابن عساکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جاہلیت یا اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا نیز یہی ابن عساکر عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی شعر نہیں کہے۔

آپ مکر و فریب سے کوسوں دور بھاگتے تھے اور ہمیشہ دیانت داری اور راستی انکا شعار تھی دنیا کا مال و دولت، عیش و آرام ان کی نظر میں ہیچ تھا وہ نہایت سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے بزازے کی تجارت کا کام کیا کرتے تھے اور ملک میں بحیثیت شرف خاندانی جو قعت و عزت آپ کو حاصل تھی اسکو آپ کی تجارت اور وجاہت نے اور بھی دوبالا

97

کر دیا تھا چنانچہ روایت ہے کہ قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درم نقد موجود تھے اور اس کے علاوہ دیگر بے شمار مال و اسباب اور کئی ایک غلام تھے اور آپ قریش میں بڑے مالدار، صاحب مروت اور صاحب فضل مشہور تھے چنانچہ نووی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ایام جاہلیت میں قریش کے رؤسا میں شمار کئے جاتے تھے اور قریش آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے آپ سے وہ لوگ بہت محبت رکھتے تھے اور آپ ہی ان کے معاملات کی اچھی طرح خبر رکھتے جب اسلام میں داخل ہوئے تو گویا بالکل اسلام ہی کے ہوگئے ابن زبیر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ قریش کے اُن گیارہ شخصوں میں سے ہیں جنکو زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں شرف حاصل رہا ہے آپ زمانہ جاہلیت میں خون بہا اور جرمانہ کے مقدمات فیصل فرمایا کرتے تھے کیونکہ قریش میں کوئی بادشاہ نہیں تھا جو سب کاموں کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو بلکہ ہر قبیلہ کے رئیس کے ذمہ ایک مقررہ کام ہوتا تھا چنانچہ بنی ہاشم کے متعلق حاجیوں کو پانی پلانا اور خورد نوش میں امداد کرنا تھا عبد الدار کے ذمہ حجابت علمبرداری اور مجلس شوریٰ کا کام تھا اور بغیر ان کے حکم کے کسی دوسرے کے گھر کوئی نہیں جا سکتا تھا اور تا وقتیکہ بنی عبد الدار علم نہ اوٹھاویں جنگ نہیں ہوسکتی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا بیان

آپ تمام صحابہ میں زیادہ شجاع تھے۔ شجاعت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اسد اللہ یعنی شیر خدا کہلاتے ہیں اُنکی بہادری اور شجاعت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں، ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ ایسا بھی کوئی شخص ہے جو آپ سے شجاعت میں بڑھکر ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہاں! وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے بڑی شجاعت اور دلیری سے کفار کے مقابلے کئے اور لڑائی سے نہیں گھبرائے حالانکہ اُس وقت اور لوگوں کے ہوش و حواس باختہ ہوگئے تھے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! مجھکو خبر دو کہ سب سے زیادہ بہادر و شجاع کون شخص ہے۔

خصائل نبوی یعنی

شرح شمائل ترمذی

عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ کہ اس جہل وضلالت کے زمانہ میں جناب مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم نے امام ترمذی کے مشہور رسالہ شمائل ترمذی کو سلیس اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہنوز مسلمان اپنے دین سے ایسے بے خبر نہیں کہ اُن کے سامنے صحاح ستہ کی عظمت بیان کیجائے۔ ترمذی کے فضائل کا اظہار کیا جائے۔ شمائل ترمذی کے محاسن پر نظر ڈالی جائے ہر مسلم ہستی ان تمام امور سے کما حقہ واقف ہے۔ فی الحقیقت جناب مصنف نے تمام دنیائے اسلام پر عموماً اور مشتاقان حدیث پر خصوصاً بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اس کتاب کے بالتفصیل تمام مناقب کا اظہار اس مختصر اشتہار میں ناممکن ہے۔ لیکن ہم اجمالاً بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں (۱) ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا ہے بلکہ جابجا مفید دلچسپ اور علمی نکات اور زرین وگران بہا فوائد کا اضافہ کیا گیا ہے (۲) جن احادیث میں بظاہر تعارض وتدافع معلوم ہوتا تھا انہیں صاف وسلیس طریقہ سے تطبیق دی گئی ہے۔ (۳) اصل کتاب شمائل ترمذی میں جو لغات مشکل تھے یا جو تراکیب نحویہ دشوار تھیں۔ اُن کو بین السطور اور عربی حاشیہ میں حل کیا گیا ہے (۴) علما وطلبہ کے لئے اسماء رجال کے ضروری مباحث و فوائد اور مخصوص مضامین علمی کو بھی عربی حاشیہ میں بسط وتفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (۵) اکثر تحقیقات وبلند پایہ مضامین اکابر سلف کے کلام سے ماخوذ ہیں جن کو جناب مصنف کے بیان نے نور علیٰ نور کا مصداق بنا دیا ہے (۶) ترجمہ بامحاورہ مطلب خیز وسلیس ہے لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کیگئی ہے (۷) کہیں کہیں اختلاف مذاہب کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے مگر احناف جعل اللہ ساعیہم مشکورہ کے مذہب کو اکثر جگہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور حسب ضرورت کہیں کہیں براہین ودلائل بھی لکھے گئے ہیں (۸) اصل کتاب میں جن غزوات وقصص کا اشارۃً ذکر کیا گیا ہے اُن کو سہولت کے لئے کسی قدر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ (۹) جہاں تراجم ابواب سے متون احادیث کی مطابقت مخفی تھی بالتوضیح بیان کر دی گئی ہے۔ (۱۰) تمام کتاب میں سلف صالحین کے قدم بقدم چلنے کا کافی التزام کیا گیا ہے۔ میں پر زور الفاظ میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ اگر آپ صحیح وجامع اخلاق نبوی کا مطالعہ چاہتے ہیں اور وہ بھی اس شان سے کہ علمی شبہ پیش نہ آئے کوئی مضمون غیر محقق نہ رہجائے اور اس کے متعلق تمام ضروری اور مفید مضامین معلوم ہو جائیں تو آپ خصائل النبوی ملاحظہ فرمائیں قیمت عہ رعایتی ۱۲؍

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دھلی

اکمال الشیم

دوسری بار نئی خوبیوں کے ساتھ طبع ہوئی ہے